لَنۡ یَنَالَ اللّٰہَ لُحُوۡمُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰكِنۡ یَنَالُهُ التَّقۡوٰی مِنۡكُمۡ سورۃ الحج: ۳۷

خصوصی شمارہ: قربانی نمبر

سہ ماہی برقی مجلہ

فکر، دعوت اور شعور کی ایک بیدار صدا

ندائے کوہسار

خصوصی شمارہ — قربانی نمبر

جلد نمبر: ۱ || شمارہ نمبر: ۲

(مئی، جون، جولائی ۲۰۲۶ء)

"قربانی محض جانور ذبح کرنے کا نام نہیں بلکہ بندۂ مؤمن کے دل میں اللہ کی محبت، اطاعت اور اخلاص کو زندہ کرنے کا پیغام ہے۔"

— زاد المعاد، ابن قیم (۲/۳۸۵)

ابن قیم ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ

Email: nidaekohsaar@gmail.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سہ ماہی برقی مجلہ

جلد نمبر: ۱ شمارہ: ۲
مئی، جون، جولائی ۲۰۲۶ء

ندائے کوہسار

ابن القیم ایجوکیشنل اینڈ ویلفئر ٹرسٹ
جھارکھنڈ انڈیا

کمپوزنگ: ابوارسلان محمد وسیم نجرانی

IBN-AL-QAYYIM EDUCATIONAL
AND WELFARE TRUST JHARKHAND INDIA
nidaekohsaar@gmail.com

Mobile NO: +917488704349 - +919973816437 - +919693037322

فہرست

از قلم: محمد مبارک سلفی

درسِ حدیث

حدیث:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه قَالَ: «ضَحَّى النَّبِيُّ ﷺ بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ، ذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ، وَسَمَّى وَكَبَّرَ، وَوَضَعَ رِجْلَهُ عَلَى صِفَاحِهِمَا» — صحيح البخارى (5565)، صحيح مسلم (1966) **ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ** فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے دو سفید و سیاہ، سینگوں والے مینڈھوں کی قربانی دی۔ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے انہیں ذبح کیا، ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیا، تکبیر کہی، اور اپنا پاؤں ان کی گردن کے پہلو پر رکھا۔

اس حدیث سے مستنبط اہم مسائل:

1. قربانی کی مشروعیت و سنتِ مؤکدہ ہونا نبی ﷺ کا مستقل عمل قربانی کی مشروعیت اور اس کی عظمت پر دلیل ہے۔

2. افضل جانور کا انتخاب ""أملحين أقرنين"" سے معلوم ہوا کہ اچھا، خوبصورت اور عمدہ جانور قربان کرنا افضل ہے۔

3. دو قربانیاں کرنا جائز ہے نبی ﷺ نے دو مینڈھے ذبح فرمائے؛ اس سے زائد قربانی کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے۔

4. اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل اگر ممکن ہو تو خود ذبح کرنا سنت ہے، ورنہ دوسرے سے ذبح کرانا بھی جائز ہے۔

5. ذبح کے وقت تسمیہ و تکبیر ""سمی و کبر"" سے ذبح کے وقت بسم اللہ، واللہ أکبر کہنا مسنون ہے۔

6. جانور کو قابو میں رکھنا ذبح میں سہولت اور جانور کو کم تکلیف دینے کے لیے مناسب طریقہ اختیار کرنا سنت ہے۔

7. قربانی میں احسان کا پہلو شریعت چاہتی ہے کہ جانور کو کم سے کم اذیت پہنچے۔

8. قربانی عبادت ہے، محض رسم نہیں ذبح کے وقت ذکرِ الٰہی اس کے عبادت ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔

9. مرد و عورت دونوں قربانی کر سکتے ہیں اگرچہ حدیث میں نبی ﷺ کا عمل مذکور ہے، مگر حکم عام ہے۔

10. اخلاص و اتباعِ سنت قربانی کا اصل حسن طریقۂ نبوی کی پیروی میں ہے، نہ کہ نمود و نمائش میں۔

اللہ تعالیٰ ہماری عبادتوں کو قبول فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

من وجد سعةً فلم يُضحِّ فلا يقربنَّ مصلانا." "جو استطاعت رکھنے کے باوجود قربانی نہ کرے وہ ہماری عید گاہ کے قریب نہ آئے۔" — سنن ابن ماجہ: 3123

السنةُ في الأضحية تعظيمُ شعائر الله." "قربانی میں اصل" سنت اللہ کی شعائر کی تعظیم ہے۔" — النووي

از قلم: مدیر مجلہ

اداریہ

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين، أما بعد!

نہایت مسرت اور احساسِ ذمہ داری کے ساتھ ''ندائے کوہسار'' کا یہ خصوصی ''قربانی نمبر'' اہلِ علم، طلبہ و طالبات اور عام قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بے پایاں فضل و کرم ہے کہ مجلہ کے پہلے شمارہ ''رمضان نمبر'' کو علمی حلقوں میں غیر متوقع پذیرائی حاصل ہوئی۔ اکابر اہلِ علم، اساتذۂ کرام، اہلِ قلم اور مخلص قارئین نے جس محبت، حوصلہ افزائی اور دعاؤں سے نوازا، وہ ہمارے لیے سرمایۂ افتخار بھی ہے اور احساسِ ذمہ داری میں اضافہ کا سبب بھی۔ خصوصاً اہلِ علم کی جانب سے دیے گئے قیمتی مشورے، اصلاحی آراء اور خیر خواہانہ رہنمائی ہمارے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوئے۔ ہمیں اس حقیقت کا بخوبی احساس ہے کہ علمی و دعوتی میدان میں قدم رکھنا آسان، لیکن اخلاص، معیار اور اعتدال کے ساتھ اس سفر کو جاری رکھنا ایک بڑی امانت ہے۔ اسی احساس کے تحت یہ کوشش کی گئی ہے کہ اس شمارہ میں قربانی، عشرۂ ذوالحجہ، یومِ عرفہ اور شعائرِ اسلام سے متعلق اہم موضوعات کو تحقیقی، اصلاحی اور دعوتی اسلوب میں پیش کیا جائے۔

قربانی محض جانور ذبح کرنے کا نام نہیں؛ بلکہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بے مثال اطاعت، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی کامل فرماں برداری اور بندۂ مؤمن کی عملی عبدیت کا عظیم مظہر ہے۔ آج جبکہ عبادات بھی کہیں رسم و رواج، نمائش اور سوشل میڈیا کی چکا چوند کا شکار ہوتی جا رہی ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ قربانی کی حقیقی روح - یعنی تقویٰ، اخلاص، ایثار اور اللہ کی رضا، کو دوبارہ زندہ کیا جائے۔ اسی مقصد کے پیشِ نظر اس شمارہ میں قربانی کے فقہی مسائل، معاشرتی پہلو، عصرِ حاضر کے چیلنجز، اجتماعی قربانی کی شرعی حیثیت، سوشل میڈیا کے اثرات اور ہماری عملی کوتاہیوں جیسے اہم موضوعات کو شامل کیا گیا ہے؛ تاکہ یہ شمارہ محض

معلومات کا مجموعہ نہ رہے بلکہ اصلاحِ فکر اور بیداریِ شعور کا ذریعہ بن سکے۔ ہم اپنے تمام معاونین، اہلِ قلم، اساتذۂ کرام اور قارئین کے شکر گزار ہیں جن کی دعائیں، رہنمائی اور تعاون اس علمی سفر میں ہمارے لیے حوصلہ کا باعث بنے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس حقیر کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، اسے نافع بنائے، اور اسے دینِ اسلام کی خدمت اور امت کی اصلاح کا ذریعہ بنائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین۔

ما من أيامٍ العملُ الصالحُ فيها أحبُّ إلى الله من هذه الأيام.''
''ان دنوں میں نیک عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں۔''— نبی کریم ﷺ
صحیح البخاری: 969)

كان سعيدُ بنُ جبيرٍ إذا دخلت العشرُ اجتهد اجتهادًا حتى "
ما يكاد يُقدر عليه.'' ''سعید بن جبیرؒ جب عشرۂ ذوالحجہ آتا تو عبادت میں اس قدر محنت کرتے کہ لوگ عاجز آجاتے۔''— سنن الدارمی: 1814

از قلم: فضیلۃ الشیخ اشرف شاکر ریاضی۔
(مدرس کلیہ ابو بکر صدیق گمانی)

عشرۂ ذوالحجہ: عبادت، قربانی اور تقویٰ کے دن

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں انسان کی تخلیق کے مقصد کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(وما خلقت الجن والإنس إلا ليعبدون)(سورة الذاريات ٥٦) میں نے جنات اور انسانوں کو محض اسی لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔

لہذا جو جس قدر مقصدِ حیات پر توجہ دے گا اسی قدر اسے دنیاوی اور اخروی کامیابی ملے گی، یوں تو انسان کو زندگی کے ہر موڑ میں اللہ تعالیٰ کی تابعداری کرنی چاہیے تاہم اللہ تبارک و تعالیٰ نے بعض مواقع اور ایام ایسے رکھے ہیں جن میں خصوصیت سے اللہ تبارک و تعالیٰ کی بندگی کا اہتمام کیا جاتا ہے انہیں ایام میں عشرہ ذوالحجہ کے پہلے دن بھی شامل ہیں۔

محترم قارئین! آئندہ سطور میں عشرہ ذوالحجہ میں کئے جانے والے چند مخصوص اعمال کا ذکر انتہائی اختصار کے ساتھ کرنے جارہا ہوں۔

(۱) توبہ واستغفار کرنا:

توبہ واستغفار اسلام میں ایک انتہائی اہم اور بابرکت عمل ہے، جو انسان کو گناہوں سے پاک کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت حاصل کرنے کا ذریعہ بنتا ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بارہا اس جانب بندوں کی توجہ مبذول کرایا ہے

لہذا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَتُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ" (سورة النور: 31)

ترجمہ: "اور تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو اے ایمان والو! تاکہ تم فلاح پاؤ۔"

(۲) نماز کا اہتمام:

عشرہ ذوالحجہ کی فرصت کو غنیمت سمجھتے ہوئے بندے کو چاہیے کہ فرض نمازوں کے ساتھ نوافل، تہجد، اشراق، چاشت اور اوابین کا اہتمام کرے۔

(۳) تکبیرات اور ذکر واذکار کا اہتمام:

عشرۂ ذوالحجہ میں تکبیرات کا اہتمام ایک اہم سنت اور شعارِ اسلام ہے۔ خاص طور پر تکبیراتِ تشریق کا اہتمام (9 ذوالحجہ کی فجر سے لے کر 13 ذوالحجہ کی عصر تک) ہر فرض نماز کے بعد کرنا مؤکد سنت ہے، ساتھ ہی بندے کو چاہیے کہ یکم ذوالحجہ ہی سے تکبیرات کے ساتھ ذکر واذکار میں اپنا بیشتر وقت گزارے۔ عشرہ ذی الحجہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سلف صالحین تکبیرات کا بہت زیادہ اہتمام کرتے تھے۔ صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما ان دس دنوں میں بازار کی طرف نکل جاتے اور لوگ ان کی تکبیر (تکبیرات) سن کر تکبیر کہتے۔ (صحیح بخاری 970)

(٤) قرآن کریم کی تلاوت: قرآن کریم کی تلاوت کا اجر عند اللہ بہت عظیم ہے، اور متعدد احادیث میں اس کی فضیلت کو واضح کیا گیا ہے۔ -ہر حرف پر دس نیکیاں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ کی کتاب کا ایک حرف پڑھے گا، اس کے لیے ایک نیکی ہے، اور ہر نیکی کا اجر دس گنا دیا جاتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ 'الم' ایک حرف ہے بلکہ 'الف' ایک حرف ہے، 'لام' ایک حرف ہے، اور 'میم' ایک حرف ہے۔" —(جامع الترمذی: 2910)

-قرآن کریم قیامت کے دن بندوں کے حق میں شفاعت کرنے والا ہو گا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: >قرآن پڑھا کرو، کیونکہ یہ قرآن قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے لیے شفاعت کرے گا۔" —(صحیح مسلم: 804)

(۵) نفلی صدقات وخیرات کااہتمام: نفلی صدقات وخیرات کااہتمام دین اسلام میں ایک نہایت پسندیدہ عمل ہے، یہ نہ صرف معاشرتی فلاح وبہبود کاذریعہ بنتاہے بلکہ بندے کوروحانی ترقی، قلبی سکون اوراللہ تعالیٰ کی قربت بھی عطاکرتا ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کافرمان ہے:"وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ" (البقرہ: 110) ترجمہ:"اور جو کچھ بھی تم بھلائی میں سے اپنے لیے آگے بھیجو گے، اسے اللہ کے ہاں پاؤ گے۔

(٦) صلہ رحمی کرنا:

اسلام میں صلہ رحمی (رشتہ داروں سے حسنِ سلوک اور تعلق جوڑ کر رکھنے) کوانتہائی اہم مقام حاصل ہے۔ یہ نہ صرف اخلاقی فریضہ ہے بلکہ ایک شرعی حکم ہے جس کی قرآن وسنت میں بارہا تاکید کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی جگہ صلہ رحمی کا حکم دیا جیسا کہ سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ نے فرمایاہے:"اور اللہ سے ڈرو، جس کے ذریعے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو، اور رشتہ داروں کے تعلقات کو نہ توڑو۔ بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے۔"(سورۃ النساء 4:1) نبی کریم ﷺ نے صلہ رحمی کو ایمان کی علامت اور دنیا وآخرت کی بھلائی کاذریعہ قرار دیا: >جو چاہتا ہے کہ اس کی عمر دراز ہو اور رزق میں برکت ہو، وہ صلہ رحمی کرے۔"(بخاری ومسلم)

(۷) عرفہ کے دن روزہ رکھنا:

یوم عرفہ کی فضیلت تو واضح ہے کہ اس دن روزہ رکھنے والے کے گزشتہ اور آئندہ آنے والے برس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں جیسا کہ فرمان نبوی ہے:"عرفہ کے دن کا روزہ، گزشتہ ایک سال اور آئندہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ بن جاتاہے۔"(صحیح مسلم: 1162)

لیکن باقی ایام ذوالحج میں بھی روزہ رکھنا باعثِ اجر وثواب ہے۔ سنن نسائی اور سنن ابی داؤد میں ٥ حدیث مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ ذوالحج کے ابتدائی نو دن اور یومِ عاشور کا روزہ رکھا کرتے تھے۔

(۸)حج اور عمرہ کی ادائیگی کرنا: حج ہر صاحبِ استطاعت مسلمان مرد و عورت پر زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے،اور تقرب الٰہی کا بہترین ذریعہ ہے قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:" وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ "ترجمہ:اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر (کعبہ) کا حج فرض ہے جو اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو،اور جو انکار کرے تو اللہ تمام جہان والوں سے بے نیاز ہے۔(سورہ آل عمران:97)

(۹)قربانی کرنا:

اردو زبان میں قربانی کا لفظ خاص ذبیحہ کے لئے استعمال ہوتا ہے، جسے اللہ کے تقرب کے لئے مسلمان عیدالاضحی اور ایام تشریق میں ذبح کرتے ہیں، لیکن لفظ ''قربان'' عربی زبان میں اپنے لغوی معنی کے لحاظ سے عام ہے اور اس کا اطلاق ہر اس نیک عمل پر ہوتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا جائے، چنانچہ صاحب ''القاموس المحیط'' نے لکھا ہے کہ «القربان—بالضم—مایتقرب بہ إلی اللہ تعالیٰ» قربان—''ق'' کے ضمہ کے ساتھ ہر اس عمل کو کہا جاتا ہے جس سے اللہ کا قرب حاصل کیا جائے۔اور تفسیر جامع البیان میں ہے کہ «القربان اسم لكل ما يتقرب به إلى الله من ذبيحة و غيرها» یعنی قربان ہر اس عمل کو کہا جاتا ہے جس سے اللہ کی قربت حاصل کی جائے خواہ یہ عمل جانور ذبح کرنے کی شکل میں ہو یا اس کے علاوہ۔

قربانی کا مقصد دکھلاوے کے بجائے اللہ کی خوشنودی کا حصول ہونا چاہیے۔اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحج کی آیت نمبر 37 میں اعلان فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ کو ہر گز جانوں کا گوشت اور لہو نہیں پہنچتا' بلکہ اس کو تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے''

خلاصہ کلام: عشرہ ذی الحجہ رحمت 'مغفرت اور برکات کا پیغام لے کر آتا ہے لہذا ہمیں ان ایام میں زیادہ سے زیادہ بندگی اور عبادات کا اہتمام کر کے اپنے پروردگار کو راضی کرنا چاہیے 'اس کے ساتھ ساتھ گناہ اور نافرمانی والے کاموں سے بھی بچنا چاہیے۔ان ایام کے گزر جانے کے بعد ہماری زندگی میں ایک نمایاں تبدیلی آنی چاہیے اور ہمیں پہلے سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق کی ادائیگی کے لیے کوشاں رہنا چاہیے تاکہ ہماری دنیا اور آخرت سنور جائے آمین!

از قلم: مقیم عالم الریاضی

یوم عرفہ اور حج: روحانیت، اجتماعیت اور وحدت امت

فرضیت حج:

اسلام کے پانچ ارکان ہیں، ان میں سے ایک اہم رکن حج ہے۔ اللہ رب العالمین نے حج کو اُن مسلمانوں پر فرض قرار دیا ہے جو مالی، جسمانی اور راستے کی استطاعت رکھتے ہو۔ حج ایک عظیم عبادت ہے جو ہر سال ذوالحجہ کے مہینے میں ادا کی جاتی ہے۔ اس عبادت کے ذریعے بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا، مغفرت اور قربت حاصل کرتا ہے۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے: «بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَحَجِّ الْبَيْتِ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ» (متفق عليه) دین اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ ہی معبودِ برحق ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکاۃ ادا کرنا، حج بیت اللہ کرنا اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔ باور حج زندگی میں کم از کم ایک مرتبہ ہر اس مرد و عورت پر فرض ہے جو اس کی طاقت رکھتا ہو۔

کیا ہر سال حج فرض ہے؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: «أَيُّهَا النَّاسُ ، قَدْ فَرَضَ اللهُ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ فَحُجُّوا» اے لوگو! اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے، لہٰذا تم حج کرو۔ یہ سن کر ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا ہر سال حج فرض ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار کی حتی کہ اس نے تین مرتبہ یہی سوال کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَوْ قُلْتُ

نَعَمْ ،لَوَجَبَتْ ،وَلَمَا اسْتَطَعْتُمْ» (صحیح مسلم:1337)اگر میں ہاں کہتا تو ہر سال حج واجب ہو جاتا،اور ایسا ہو جاتا تو تم اس کی طاقت نہ رکھتے۔

حج کی فرضیت کی شرائط:

1۔اسلام: یعنی حج صرف مسلمان پر فرض ہوتا ہے، کافر پر حج فرض نہیں ہوتا۔اگر کوئی کافر حالتِ کفر میں حج ادا کرے تو وہ معتبر نہیں ہوگا، کیونکہ حج کی صحت کے لیے پہلے اسلام لانا شرط ہے۔اسلام قبول کرنے کے بعد اگر وہ صاحبِ استطاعت ہو تو اس پر دوبارہ حج فرض ہوگا۔اسی لیے نبی ﷺ نے جب معاذ بن جبل کو یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا: «إِنَّكَ تَأْتِي قَوْمًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، فَادْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ...» (صحیح البخاری:1496،صحیح مسلم :19)تم اہلِ کتاب کی ایک قوم کے پاس جارہے ہو،اس لئے تم انہیں (سب سے پہلے) اس بات کی طرف دعوت دینا کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔اگر وہ تمھاری یہ بات مان لیں تو انہیں آگاہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلے اسلام قبول کرنا ضروری ہے۔

2۔عقل: حج کی فرضیت کے لیے عقل کا ہونا ضروری ہے، یعنی حج صرف اُس مسلمان پر فرض ہوتا ہے جو عاقل اور باشعور ہو۔مجنون (دیوانہ) پر حج فرض نہیں ہوتا، کیونکہ وہ شرعی احکام کا مکلف ہی نہیں ہوتا۔جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے: «رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ: عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ، وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَحْتَلِمَ، وَعَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى يَعْقِلَ» (تین افراد سے قلم اٹھالیا گیا ہے: سونے والے سے جب تک بیدار نہ ہو جائے،

بچے سے جب تک بالغ نہ ہو جائے، اور مجنون سے جب تک وہ عقل مند نہ ہو جائے) مجنون کو "غیر مکلف" کہا جاتا ہے، یعنی اس پر نہ نماز فرض ہے، نہ روزہ اور نہ حج۔

اگر کوئی شخص حج کے بعد مجنون ہو جائے تو اس کا پچھلا حج درست شمار ہو گا، لیکن حالتِ جنون میں کوئی نئ عبادت لازم نہیں ہوتی۔

عقل شریعت میں بنیادی شرط ہے کیونکہ عبادات شعور، نیت اور سمجھ کے ساتھ ادا کی جاتی ہیں۔

3۔ **بلوغت**: فرضیتِ حج کے لیے بلوغت شرط ہے، یعنی حج صرف اُس مسلمان پر فرض ہوتا ہے جو بالغ ہو۔ نابالغ بچہ مکلف نہیں ہوتا، اس لیے اس پر حج فرض نہیں ہوتا۔ البتہ نابالغ بچہ حج ادا کر سکتا ہے اور اس کا حج نفل شمار ہو گا، فرض حج کے قائم مقام نہیں ہو گا۔ اگر وہ بعد میں بالغ ہو کر صاحبِ استطاعت ہو تو اس پر دوبارہ حج کرنا لازم ہو گا۔

جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ کہ ایک عورت نے اپنا ایک بچہ بلند کیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! کیا یہ حج کر سکتا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «نَعَمْ، وَلَكِ أَجْرٌ» (صحیح مسلم:1336) ہاں اور تمہیں بھی اجر ملے گا، لیکن اس کا یہ حج فرض حج سے کفایت نہیں کرے گا۔ بالغ ہونے کے بعد اگر وہ مستطیع ہو تو اسے فرض حج دوبارہ کرنا پڑے گا۔

4۔ آزادی: یعنی حج آزاد مسلمان پر ہی فرض ہوتا ہے، غلام پر نہیں۔ البتہ غلام حج کر سکتا ہے لیکن یہ حج فرض حج سے کفایت نہیں کرے گا اور اسے آزاد ہونے کے بعد بحالتِ استطاعت فرض حج دوبارہ کرنا پڑے گا۔

5۔استطاعت: یعنی وہ حج کرنے کی قدرت رکھتا ہو، مالی طور پر حج کے اخراجات اٹھا سکتا ہو اور جسمانی طور پر سفرِ حج کے قابل ہو۔ راستہ پر امن ہو اور قدرت حاصل کرنے کے بعد حج کے ایام تک مکہ مکرمہ میں پہنچنا اس کیلئے ممکن ہو۔ فرمانِ الٰہی ہے: {وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلاً} (آل عمران4 :97) حج بیت اللہ کرنا ان لوگوں پر اللہ کا حق ہے جو اسکی طرف جانے کی طاقت رکھتے ہوں۔

اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استطاعت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اَلزَّادُ وَالرَّاحِلَۃ) (سنن ابن ماجه، صحیح الترغیب والترهیب للألبانی:1131) یعنی اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے پاس زادِ راہ اور سواری موجود ہو (یا سواری کا کرایہ ادا کرنے کی طاقت رکھتا ہو۔

اگر کوئی شخص مالی طاقت تو رکھتا ہو لیکن جسمانی طور پر سفرِ حج کے قابل نہ ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ اپنی جانب سے کسی ایسے شخص کو حج کرائے جو پہلے اپنی طرف سے فریضۂ حج ادا کر چکا ہو۔

دوسرے کی طرف سے حج کرنا: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حجۃ الوداع میں خثعم قبیلے کی ایک عورت آئی اور کہنے لگی: اے اللہ کے رسول! میرے باپ پر حج فرض ہو چکا ہے لیکن وہ بہت بوڑھا ہے اور سواری پر بیٹھنے کے قابل نہیں۔ تو کیا میں اس کی طرف سے حج کر لوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (نَعَمْ، حُجِّیْ عَنْہ) (صحیح البخاری: 1513، صحیح مسلم:1334) ہاں، تم اس کی طرف سے حج کر لو۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سنا جو کہہ رہا تھا: (لَبَّیْكَ عَنْ شُبْرُمَۃ) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: شبرمہ کون ہے؟ اس نے کہا: میرا بھائی ہے (یا میرا رشتہ دار ہے۔) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تم نے خود حج کیا ہوا ہے؟ اس نے کہا:

نہیں۔توآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (حُجَّ عَنْ نَفْسِكَ،ثُمَّ حُجَّ عَنْ شُبْرُمَةَ (سنن أبي داؤد:1811،سنن ابن ماجه :2903۔ وصححه الألباني)پہلے اپنی طرف سے حج کرو، پھر شبرمۃ کی طرف سے کرنا۔

یادرہے کہ عورت کیلئے ان شرائط کے علاوہ ایک اور شرط یہ ہے کہ سفرِ حج کیلئے اسے محرم یاخاوند کا ساتھ میسر ہو۔اگرایسانہ ہوتواس پرحج فرض نہیں۔ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: (لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ أَنْ تُسَافِرَ ثَلَاثًا إِلَّا وَمَعَها ذُوْ مَحْرَمٍ مِنْها (صحيح البخارى:1086، صحيح مسلم:1338)کسی عورت کے لئے حلال نہیں کہ وہ تین دن کی مسافت کا سفر اپنے محرم کے بغیر کرے۔

یادرہے کہ جب کوئی شخص ان شرائط کے مطابق حج کی قدرت رکھتا ہو تو اسے پہلی فرصت میں حج کرلیناچاہیے اوراگلے سال تک اسے مؤخر نہیں کرناچاہیے۔کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:(مَنْ أَرَادَ الْحَجَّ فَلْيَتَعَجَّلْ، فَإِنَّه قَدْ يَمْرُضُ الْمَرِيْضُ،وَتَضِل الضَّالَّة، وَتَعْرِضُ الْحَاجَة) (أحمد وابن ماجه۔ وصحيح الجامع الصغير للألباني:6004،والإرواء:990)جس آدمی کاحج کرنے کاارادہ ہوتو(فرضیت کے بعد)وہ جلدی کرلے کیونکہ ہو سکتاہے کہ وہ بیمار پڑ جائے یااس کی کوئی چیز گم ہو جائے یااسے کوئی ضرورت پیش آجائے۔

جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہاکرتے تھے کہ میرادل چاہتاہے کہ میں اِن شہروں میں کچھ لوگوں کو بھیج کر معلوم کروں کہ کس کے پاس مال موجود ہے اوراس نے حج نہیں کیاتواس پر میں جزیہ لگادوں کیونکہ وہ یقینا مسلمان نہیں ہیں۔(صححہ ابن حجر فی الکبائر)

حج کی فضیلت کیاہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے متعدد فضائل ذکر فرمائے ہیں،ان میں سے چند فضائل ذیل ہیں:

1۔حج مبرور کابدلہ جنت ہی ہے، حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «اَلْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَه جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّة» (صحيح البخارى: 1773،صحيح مسلم:1349)حج مبرور کابدلہ جنت ہی ہے۔

حدیث بالا میں لفظ مبرور سے مراد وہ حج جس میں ریاکاری کادخل نہ ہو، خالص اللہ کی رضا کے لئے ہو جس میں ازاول تاآخر کوئی گناہ نہ کیاجائے اور جس کے بعد حاجی کی پہلی حالت بدل کراب وہ سراپانیکیوں کا مجسمہ بن جائے۔ بلاشک اس کاحج حج مبرور ہے۔

2-نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ(بخاری 1521) جس شخص نے اللہ کے لئے اس شان کے ساتھ حج کیا کہ نہ کوئی فحش بات ہوئی اور نہ کوئی گناہ تو وہ اس دن کی طرح واپس ہو گا جیسے اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔

3۔حج گناہوں کو مٹادیتا ہے: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «أَدِيْمُوْا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوْبَ كَمَا تَنْفِيْ الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ» (الطبرانى و الدارقطنى وصححه الألبانى فى الصحيحة : 1185) حج اور عمرہ ہمیشہ کرتے رہا کرو کیونکہ یہ دونوں غربت اور گناہوں کو اس طرح ختم کردیتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو ختم کردیتی ہے۔

4-حج سب سے **افضل** جہاد ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم یہ سمجھتی ہیں کہ جہاد کرنا سب سے **افضل** عمل ہے تو کیا ہم جہاد نہ کریں؟آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لٰكِنْ أَفْضَلُ الْجِهادِ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ» (صحيح البخارى :1520)سب سے **افضل** جہاد حج مبرور ہے۔

5-حجاج کرام اللہ کے مہمان ہوتے ہیں اور ان کی دعا قبول ہوتی ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «اَلْغَازِیْ فِیْ سَبِیْلِ اللهِ وَالْحَاجُّ وَالْمُعْتَمِرُ وَفْدُ اللهِ،دَعَاہُمْ فَأَجَابُوْہُ،وَسَأَلُوْہُ فَأَعْطَاہُمْ» (سنن ابن ماجہ،ابن حبان،صحیح الترغیب والترہیب:1108) **اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا حج کرنے والا اور عمرہ کرنے والا یہ سب اللہ کے مہمان ہوتے ہیں۔اللہ نے انھیں بلایا تو یہ چلے آئے۔اس لئے اب یہ جو کچھ اللہ سے مانگیں گے وہ انھیں عطا کرے گا۔**

6-اگر سفر حج میں موت آجائے!

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «مَنْ خَرَجَ حَاجًّا فَمَاتَ،کُتِبَ لَه أَجْرُ الْحَاجِّ إِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَة، وَمَنْ خَرَجَ مُعْتَمِرًا فَمَاتَ،کُتِبَ لَه أَجْرُ الْمُعْتَمِرِ إِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَة» (رواہ أبو یعلی،صحیح الترغیب والترہیب:1114) **جو شخص حج کیلئے نکلے، پھر اسی دوران اس کی موت آجائے تو یومِ قیامت تک اس کیلئے حاجی کا اجر لکھ دیا جاتا ہے اور جو شخص عمرہ کیلئے نکلے، پھر اسی دوران اس کی موت آجائے تو یومِ قیامت تک اس کیلئے عمرہ کرنے والے کا اجر لکھ دیا جاتا ہے۔**

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک آدمی جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرفات میں وقوف کیا اسے اچانک اس کی اونٹنی نے نیچے گرادیا جس سے اس کی گردن ٹوٹ گئی اور وہ فوت ہوگیا۔تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «اِغْسِلُوْہُ بِمَاء وَّسِدْرٍ، وَکَفِّنُوْہُ بِثَوْبَیْه،وَلَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَه، وَلَا تُحَنِّطُوْہُ ، فَإِنَّه یُبْعَثُ یَوْمَ الْقِیَامَة مُلَبِّیًا» (صحیح البخاری:1849و 1850،صحیح مسلم :1206)

اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور اس کی دو چادروں میں ہی اسے کفن پہنا دو۔ اس کا سر مت ڈھانپو اور اسے خوشبو بھی مت لگاؤ کیونکہ قیامت کے روز اسے اس حالت میں اٹھایا جائے گا کہ یہ تلبیہ پڑھ رہا ہو گا۔

حج کی فضیلت میں ایک عظیم حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم بیت اللہ کا قصد کر کے گھر سے روانہ ہوتے ہو تو تمھاری سواری کے ہر ہر قدم پر اللہ تعالیٰ ایک ایک نیکی لکھ دیتا ہے اور ایک ایک گناہ معاف کر دیتا ہے اور جب تم وقوفِ عرفہ کر رہے ہوتے ہو تو اللہ عزوجل آسمانِ دنیا پر آکر فرشتوں کے سامنے حجاج کرام پر فخر کرتے ہوئے فرماتا ہے: دیکھو یہ میرے بندے ہیں جو دور دراز سے پراگندہ حالت ہیں اور غبار آلود ہو کر میرے پاس آئے ہیں۔ یہ میری رحمت کے امیدوار ہیں اور میرے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ (حالانکہ انھوں نے مجھے نہیں دیکھا) اور اگر یہ مجھے دیکھ لیتے تو پھر ان کی حالت کیا ہوتی! پھر اگر تمھارے اوپر تہہ در تہہ ریت کے ذرات کے برابر، یا دنیا کے ایام کے برابر، یا بارش کے قطروں کے برابر گناہ ہوں تو اللہ تعالیٰ ان تمام گناہوں کو تم سے دھو دیتا ہے اور جب تم جمرات کو کنکریاں مارتے ہو تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ تمھارے لئے ذخیرہ کر دیتا ہے اور جب تم سر منڈواتے ہو تو ہر بال کے بدلے اللہ تعالیٰ تمھارے لئے ایک نیکی لکھ دیتا ہے۔ پھر جب تم طواف کرتے ہو تو اس طرح گناہوں سے پاک ہو جاتے ہو جیسا کہ تم اپنی ماں کے پیٹ سے گناہوں سے بالکل پاک پیدا ہوئے تھے۔ (الطبرانی۔ وحسنہ الألبانی فی صحیح الجامع الصغیر: 1360).

دوسری حدیث: جب تم اپنے گھر سے بیت اللہ کا قصد کر کے نکلتے ہو تو تمھاری اونٹنی کے ایک ایک قدم پر اللہ تعالیٰ تمھارے لئے ایک نیکی لکھ دیتا ہے اور تمھارا ایک گناہ معاف کر دیتا ہے اور طواف کے بعد تمھاری دو

رکعات حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہوتی ہیں اور صفااور مروہ کے درمیان تمھاری سعی ستر غلاموں کوآزاد کرنے کے برابر ہوتی ہے اور یومِ عرفہ کی شام کو اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر آکر تم پر فخر کرتے ہوئے کہتا ہے: دیکھو یہ میرے بندے ہیں جو دور دراز سے پراگندہ حالت میں اور غبار آلود ہو کر میرے پاس آئے ہیں، یہ میری رحمت کے امیدوار ہیں۔ اگر تمھارے گناہ ریت کے ذرات کے برابر، یا بارش کے قطروں کے برابر، یا سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں تو میں نے ان تمام گناہوں کو معاف کردیا ہے اور «أَفِيْضُوْا عِبَادِي مَغْفُوْرًا لَّكُمْ وَلِمَنْ شَفَعْتُمْ لَه» سن لو میرے بندو! اب تم مزدلفہ کی طرف لوٹ جاؤ ،میں نے تمھاری اور جن کیلئے تم نے دعا کی ہے سب کی مغفرت کردی ہے۔'' اور جب تم جمرات کو کنکریاں مارتے ہو تو ہر کنکری کے بدلے میں ایک کبیرہ گناہ مٹادیا جاتا ہے۔ اور جب تم قربانی کرتے ہو تو اس کا اجر تمھارے رب کے ہاں تمھارے لئے ذخیرہ کردیا جاتا ہے۔ اور جب تم سر منڈواتے ہو تو ہر بال کے بدلے اللہ تعالیٰ تمھارے لئے ایک نیکی لکھ دیتا ہے اور ایک گناہ مٹادیتا ہے۔ پھر جب تم طواف کرتے ہو تو اس طرح گناہوں سے پاک ہو جاتے ہو جیسا کہ تم اپنی ماں کے پیٹ سے گناہوں سے بالکل پاک پیدا ہوئے تھے اور ایک فرشتہ آتا ہے اور تمھارے کندھوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر کہتا ہے: جاؤ اب مستقبل کیلئے عمل کرو کیونکہ تمھارے پچھلے تمام گناہ مٹادیئے گئے ہیں (الطبرانی۔ صحیح الترغیب والترہیب للألبانی:1112)

طریقہ حج واحکام (مختصر) ذوالحجۃ (یوم الترویۃ): احرام باندھ کر ظہر سے پہلے منیٰ کی طرف روانہ ہو جائیں۔ منیٰ میں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور نو ذوالحج کی فجر کی نمازیں قصر کرکے اپنے اپنے وقت پر پڑھیں اور رات کو وہیں قیام کریں۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ (صحیح البخاری:1655،1653، صحیح مسلم:694،1309) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے منیٰ میں ہمیں ظہر، عصر، مغرب، عشاءاور فجر کی نمازیں پڑھائیں اوراس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات کو روانہ ہوئے۔(سنن الترمذی: 879۔وصححہ الألبانی)

9ذوالحجۃ(یوم عرفۃ): یومِ عرفہ انتہائی عظیم دن ہے،اس دن عرفات کا وقوف حج کا سب سے اہم رکن ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وقوفِ عرفہ کو حج قرار دیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یومِ عرفہ کو فجر کی نماز منیٰ میں ادا فرمائی، پھر (طلوعِ شمس کے بعد)آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات کو روانہ ہوگئے۔ عرفات میں پہنچ کرآپ صلی اللہ علیہ وسلم نمرۃ میں اترےاور یہ وہ مقام ہے جہاں عرفات میں امام اترتا ہے یہاں تک کہ جب ظہر کی نماز کا وقت ہواتوآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اول وقت میں ظہراور عصر کو جمع کیا۔ پھرآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطاب فرمایا:اس کے بعدآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں وقوف فرمایا۔(سنن أبی داؤد: 1913وحسنہ الألبانی)

عرفات میں پہنچ کراس بات کا یقین کرلیں کہ آپ حدودِ عرفہ کے اندر ہیں، پھر (زوالِ شمس کے بعد)اگر ہو سکے توامام کا خطبۂ حج سنیں اوراس کے ساتھ ظہر وعصر کی نمازیں جمع وقصر کر کے پڑھیں اوراگرایسانہ ہوسکے تو اپنے خیمے میں ہی دونوں نمازیں جمع وقصر کرتے ہوئے باجماعت ادا کرلیں۔

2۔ پھر غروبِ شمس تک ذکر، دعا، تلبیہ اور تلاوتِ قرآن میں مشغول رہیں اوراللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی وانکساری ظاہر کریں،اپنے گناہوں سے سچی توبہ کریں اور ہاتھ اٹھاکر دنیاوآخرت میں خیر وبھلائی کی دعا کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:(خَيْرُ الدُّعَاءِ دُعَاءُ يَوْمِ عَرَفَةَ، وَخَيْرُ مَا قُلْتُ أَنَا وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ قَبْلِيْ)

سب سے بہتر دعا یومِ عرفہ کی دعا ہے اور سب سے بہتر دعا جو میں نے اور مجھ سے پہلے انبیاء نے کی وہ یہ ہے:
’’لَا إِلٰه إِلَّا اللهُ وَحْدَه لَا شَرِيْکَ لَه، لَه الْمُلْكُ وَلَه الْحَمْدُ ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (سنن الترمذی:3585وحسنه اللألبانی۔ الصحيحة :1503)

مزدلفہ میں وقوف کرنا: یومِ عرفہ کو مغرب کی نماز عرفات میں نہیں بلکہ مزدلفہ میں پہنچ کر عشاء کے ساتھ جمع کرکے پڑھیں۔

مزدلفہ میں سب سے پہلے مغرب وعشاء کی نمازیں جمع وقصر کرکے باجماعت ادا کریں، پھر اپنی ضرورتیں پوری کرکے سو جائیں۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب اور عشاء کی نمازیں مزدلفہ میں جمع فرمائیں۔ ہر نماز کیلئے الگ الگ اقامت کہی گئی اور ان دونوں کے درمیان اور اسی طرح ان کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نفل نماز نہیں پڑھی۔ (صحیح البخاری:1673)

چند غلطیاں:

1۔حدودِ عرفہ سے باہر وقوف کرنا2۔ یہ عقیدہ رکھنا کہ جبلِ رحمت پر چڑھے بغیر وقوفِ عرفہ مکمل نہیں ہوتا حالانکہ جبلِ رحمت پر چڑھنے کی کوئی خاص فضیلت نہیں ہے اور نہ ہی یہ ثواب ہے 3۔ غروبِ شمس سے پہلے عرفات سے روانہ ہو جانا۔4۔ مزدلفہ میں پہنچ کر سب سے پہلے مغرب وعشاء کی نمازوں کی ادائیگی کی بجائے کنکریاں چننے میں لگ جانا5۔ مزدلفہ کی رات میں نوافل پڑھنا۔

10ذوالحجۃ(یوم عید) ۔ فجر کی نماز مزدلفہ میں ادا کریں، پھر صبح کی روشنی پھیلنے تک قبلہ رخ ہو کر ذکر، دعا اور تلاوتِ قرآن میں مشغول رہیں۔

2-پھر طلوعِ شمس سے پہلے منیٰ کو روانہ ہو جائیں، راستے میں وادیٔ محسر کو عبور کرتے ہوئے تیز تیز چلیں۔

3-ایامِ تشریق میں جمرات کو کنکریاں مارنے کیلیئے مزدلفہ سے کنکریاں اٹھانا ضروری نہیں، وہ منیٰ سے بھی اٹھائی جاسکتی ہیں۔

4-منیٰ میں بڑے جمرہ کے پاس پہنچ کر تلبیہ بند کر دیں اور بڑے جمرۃ کو جو کہ مکہ مکرمہ کی طرف ہے سات کنکریاں ایک ایک کر کے ماریں، ہر کنکری کے ساتھ "اللہ اکبر" کہیں۔ کمزور یا بیمار مرد، بچے اور اسی طرح کمزور یا عمر رسیدہ خواتین کنکریاں مارنے کیلیئے کسی دوسرے شخص کو وکیل بنا سکتے ہیں۔

5۔پھر قربانی کا جانور ذبح کریں جو بے عیب ہو اور مطلوبہ عمر کے مطابق ہو۔قربانی کیلیئے جانور کی عمر کا لحاظ نہ کرنا اور عیب دار جانور قربان کر دینا ناجائز ہے۔یاد رہے کہ آپ قربانی 11 یا 12 یا 14 ذوالحج کو بھی کر سکتے ہیں۔

ایامِ تشریق: -11 اور 12 ذوالحج کی راتیں منیٰ میں گذارنا واجب ہے۔12 کو کنکریاں مارنے کے بعد منیٰ سے جاسکتے ہیں تاہم ۱۳ کی رات وہیں گذارنا اور ۱۳ کے دن کنکریاں مار کے وہاں سے جانا افضل ہے۔ان ایام میں تینوں جمرات کو کنکریاں مارنی ہیں جس کا وقت زوال شمس سے لیکر آدھی رات تک ہوتا ہے۔

کنکری مانے کی مشروعیت: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام مناسک ادا کرنے آئے تو شیطان جمرۂ عقبہ کے نزدیک آپ کے سامنے آیا۔ توآپ نے اسے سات کنکریاں ماریں یہاں تک کہ وہ زمین میں دھنس گیا۔ پھر وہ دوسرے جمرہ کے پاس آپ کے سامنے آیا توآپ نے پھر اسے سات کنکریاں ماریں یہاں تک کہ وہ زمین میں دھنس گیا۔

پھر وہ تیسرے جمرہ کے پاس آپ کے سامنے آیا تو آپ نے پھر اسے سات کنکریاں ماریں یہاں تک کہ وہ زمین میں دھنس گیا۔ پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: تم شیطان کو رجم کرتے ہو اور اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کے دین کی پیروی کرتے ہو۔(رواہ ابن خزیمۃ والحاکم۔ صحیح الترغیب والترہیب:1156)

کنکری مارنے کا طریقہ: سب سے پہلے چھوٹے جمرۃ کو سات کنکریاں ایک ایک کر کے ماریں، اور ہر کنکری کے ساتھ "اللہ اکبر" کہیں، پھر اسی طرح درمیانے جمرۃ کو کنکریاں ماریں۔ پھر بڑے جمرۃ کو بھی اسی طرح کنکریاں ماریں، البتہ اگر آپ کو کسی دوسرے کی طرف سے بھی کنکریاں مارنی ہوں تو پہلے اپنی کنکریاں ماریں، پھر اس کی کنکریاں ماریں۔ چھوٹے اور درمیانے جمرۃ کو کنکریاں مارنے کے بعد قبلہ رخ ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا مسنون ہے۔

بعض اہم غلطیاں:

1- کنکریاں دھونا۔

2- سات کنکریاں ایک ہی بار میں نہ مارنا۔

3- کنکریاں مارنے کے مشروع وقت کا لحاظ نہ کرنا۔

4- پہلے چھوٹے، پھر درمیانے اور پھر بڑے جمرۃ کو کنکریاں مارنے کی بجائے ترتیب الٹ دینا۔

5- چھوٹے اور درمیانے جمرۃ کو کنکریاں مارنے کے بعد دعا نہ کرنا۔

6- بڑے سائز کے کنکر یا پتھر مارنا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھوٹے سائز کی کنکریاں مارتے تھے۔

7- ایامِ تشریق کی راتیں منیٰ میں نہ گذارنا۔

طواف الوداع: مکہ مکرمہ سے روانگی سے پہلے طواف الوداع کرنا واجب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: (لَا يَنْفِرَنَّ أَحَدٌ حَتّٰى يَكُوْنَ آخِرَ عَهدِهِ بِالْبَيْتِ(صحيح مسلم:1327) کوئی شخص اس وقت تک نہ جائے جب تک وہ سب سے آخر میں بیت اللہ کا طواف نہ کرلے۔ ہاں اگر خواتین مخصوص ایام میں ہوں تو ان پر طواف وداع واجب نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو بار بار اپنے گھر کی حاضری نصیب فرمائے، حج و عمرہ کی سعادت عطا فرمائے، اور ہماری حاضری کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول بخشے۔ اے اللہ! ہمیں اخلاص و تقویٰ کے ساتھ حج ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے، اور ہمیں دنیا و آخرت کی کامیابیوں سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

الحجُّ عرفة. ""حج تو سراسر عرفہ ہی ہے۔"— نبی کریم ﷺ"

(سنن الترمذی:889)

"ما رؤي الشيطانُ يومًا هو فيه أصغرُ ولا أدحرُ ولا أحقرُ منه في يوم عرفة. ""شیطان یومِ عرفہ سے زیادہ کسی دن ذلیل و خوار نہیں دیکھا گیا۔"

— موطأ امام مالک:500

"وفي الحجِّ تذكيرٌ بوحدة الأمة واجتماع الكلمة. ""حج امت کی وحدت اور اجتماعیت کا عظیم مظہر ہے۔"— ابن تیمیة

آفتاب نذیر سلفی

تکبیرات تشریق: فضیلت اور روحِ عبادت

اللہ تبارک وتعالی اپنی کمال رحمت سے بندوں کو اپنی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے بیش بہا مواقع نصیب فرماتا ہے تاکہ بندے ان میں اللہ تعالی کے حضور نیکیاں، اطاعت وفرمانبرداری کے کام بجالا کر اپنے گناہوں کی بخشش اس کی رحمت اور بلند درجات کا انعام پا سکے اب بندوں کو چاہیے کہ ان اوقات کو غنیمت جانتے ہوئے اپنے تعلق کو اللہ تبارک وتعالی سے مضبوط کریں اور سعادت اور کامرانی کا حصول ممکن بنائیں انہی مواقع میں سے ایک عشرہ ذی الحجہ بھی ہے۔

چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک کوئی عمل اتنا باعظمت اور محبوب نہیں جتنا ذوالحجہ کے ان دس دنوں میں کیا جانے والا عمل ہے پس تم ان دنوں میں کثرت سے تہلیل (لا الہ الا اللہ) تکبیر (اللہ اکبر) اور تحمید (الحمد للہ) پڑھا کرو۔

(مسند امام احمدؒ (5446) قال الشیخ شعیب الارناؤط: حدیث صحیح)

لہذا ان ایام میں ہمیں خوب زیادہ سے زیادہ نیکیاں اور اطاعت وفرمانبرداری کے کام نیز اللہ تبارک وتعالی کا ذکر کرتے رہنا چاہیے۔

تکبیرات تشریق کا مطلب: تکبیر کبر یکبر کا مصدر ہے جس کا معنی ہے اللہ کو ہر شے سے بڑا ماننا۔اور تشریق سے مراد ذی حجہ کی 11 ہویں، 12 ہویں اور 13 ہویں تاریخ ہے۔ گویا تکبیرات تشریق کا مطلب ہوا گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں ذی حجہ کو اللہ تبارک وتعالی کی تکبیر بیان کرنا۔

تکبیرات کی تقسیم: بعض لوگ تکبیرات کے دو قسمیں کرتے ہیں

1۔ تکبیرات مطلق

2۔ تکبیرات مقید

"تکبیرات مطلق" کا مطلب یہ ہے کہ اس کا کوئی مخصوص وقت نہیں ہے یہ کبھی بھی کہیں جائیں گے۔

"تکبیرات مقید" سے مراد یہ ہے کہ اس کا ایک مخصوص وقت ہے اور وہ نمازوں کے بعد کے اوقات ہیں۔

لیکن یہ بات یاد رہے کہ کتاب وسنت اور آثار صحابہ کی روشنی میں تکبیرات کی یہ تقسیم بے بنیاد اور بے معنی ہے۔کیونکہ اس کی کوئی اصل نہیں۔

تکبیرات کے ایام: ذی حجہ کی (1) تاریخ سے لے کر (13) تاریخ کی شام تک تکبیر کہنا مشروع ہے.

عشرہ ذی حجہ میں تکبیرات پڑھنے کے دلائل: {لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ} ترجمہ: تا کہ وہ اپنے فائدے کی چیزوں کا مشاہدہ کریں، اور مقررہ دنوں میں اللہ کے نام کا ذکر کریں [الحج: 28]

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایام معلومات سے مراد عشرہ ذوالحجہ یعنی ماہ ذوالحجہ کے پہلے دس دن ہیں۔

ایام تشریق میں تکبیرات پڑھنے کے دلائل:

فرمان باری تعالی: {وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَعْدُودَاتٍ} ترجمہ: اور گنتی کے چند دنوں میں اللہ کا ذکر کرو [البقرۃ: 203]

امام ابن جریر الطبری نے اپنی تفسیر تفسیر الطبری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ " أَيَّامٍ مَعْدُودَاتٍ " سے مراد ایام تشریق ہیں۔ (تفسیر طبری سورہ بقرہ آیت نمبر 203) "عن نبيشة الهذلي، قال: قال رسول الله ﷺ: «أيام التشريق أيام أكل وشرب وذكر لله» "نبیشہ ھذلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: تشریق کے دن کھانے، پینے اور اللہ کے ذکر کے دن ہیں" [صحیح مسلم: 1141]

اس حدیث میں وارد "ذکر" کے اندر "تکبیر" بھی شامل ہے، نیز متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایام تشریق میں تکبیرات کہنے کا ثبوت ملتا ہے، میں ایک روایت پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں

چنانچہ:

عن ابن عباس: أنه كان يكبر من صلاة الفجر يوم عرفة إلى آخر أيام التشريق، لا يكبر في المغرب" "ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ عرفہ کے دن نماز فجر کی صبح سے تشریق کے آخری دن تک تکبیر کہتے تھے، اور مغرب میں نہیں کہتے تھے" [مصنف ابن أبي شيبة، ، رقم 5764 وإسناده صحيح]

تکبیرات کے اوقات:

تکبیرات کے لیے کوئی وقت متعین نہیں ہے اس لیے انسان جب چاہے تکبیرات کا اہتمام کر سکتا ہے۔

علامہ مقبل بن ھادي الوادعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "یہاں میں ایک چیز پر تنبیہ کرنا چاہتاہوں وہ یہ کہ یوم النحر کے دن فجر کے بعد سے لیکر تشریق کے آخری دن تک نمازوں کے بعد تکبیر کہنے کا جو لوگوں کا معمول ہے، یہ غیر مشروع ہے، کیونکہ اس کا کوئی خاص وقت نہیں ہے، یعنی نمازوں کے بعد پہلے مشروع اذکار پڑھیں، پھر تکبیر پڑھیں، خواہ نمازوں کے بعد، یا چاشت کے بعد، یا دوپہر کے بعد، یا شام کو یا آدھی رات کو، لیکن نبی ﷺ سے اس کی کوئی مخصوص کیفیت منقول نہیں اور نہ ہی نمازوں کے بعد اس کا خاص وقت ہے"[قمع المعاند 2/365-366]

تکبیرات کے الفاظ:

اللہ کے نبی ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ان دنوں میں تکبیر کا کوئی بھی صیغہ منقول نہیں ہے، اس لئے دیگر مقامات پر ثابت شدہ کسی بھی صیغہ تکبیر کے ساتھ ان دنوں میں تکبیر کہی جاسکتی ہے، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تکبیرات کے الفاظ: « اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ، وَاللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ» [رواه ابنُ أبي شَيبةَ (5651). وصحَّح إسنادَه الألبانيُّ في ((إرواء الغليل)) (125/3) مذکورہ بالا تکبیرات کے الفاظ سب سے زیادہ مشہور، افضل اور جامع ہیں کیونکہ ان میں تکبیر، تہلیل اور تحمید تینوں شامل ہو جاتے ہیں۔

تکبیرات کہنے کی کیفیت:

ان دس ایام میں مساجد بازاروں گھروں اور ان تمام مقامات میں جہاں اللہ تبارک وتعالی کا ذکر کرنا جائز ہے وہاں باآواز بلند تکبیرات کا اہتمام کرنا چاہیے تاکہ اللہ تبارک وتعالی کی عبادت اور تعظیم کا اظہار ہو۔ لیکن خواتین پست آواز ہی میں کہیں گی۔

اجتماعی تکبیرات کا اہتمام:

اجتماعی تکبیر کی یہ شکل ثابت نہیں ہے کہ ایک شخص ایک صیغہ سے تکبیر کہے پھر سارے لوگ اس کے ساتھ اسی صیغے سے اجتماعی تکبیر کہیں، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے تعلق سے جو آثار مروی ہیں ان کے الفاظ الگ الگ ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ بازار وغیرہ میں جب ایک ساتھ پڑھتے تھے تو صرف وقت ایک ہوتا تھا لیکن صیغہ اور انداز سب کا الگ الگ ہوتا تھا۔

چنانچہ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مشروع تکبیر کی کیفیت یہ ہے کہ ہر مسلمان منفرد انداز میں با آواز بلند خود تکبیر کہے یہاں تک کہ لوگ اس کو سن کر اس کی اقتدا کریں اور وہ اس کے ذریعے سے ان کی یاد دہانی کرے۔

اور رہا مسئلہ اجتماعی تکبیر کا جو ایجاد کردہ ہے کہ ایک جماعت یا دو جماعت یا اس سے زائد ایک ساتھ با آواز بلند تکبیر کہے ایک ساتھ شروع کرے ایک ساتھ ختم کرے ایک ہی آواز اور ایک خاص صیغہ کے ساتھ تو اس عمل کی کوئی بھی دلیل موجود نہیں ہے پس یہ بدعت ہے۔(مجموع فتاوی ومقالات الشیخ ابن باز 20/13).

فرمان نبوی ہے۔"من عمل عملا لیس علیہ أمرنا فھورد" جس نے کوئی ایسا عمل کیا جو ہمارے حکم کے مطابق نہیں تو وہ مردود ہے۔(صحیح مسلم 1718) اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ وہ ہمیں اس سنہری موقع میں ذکر سے اپنی زبان کو تر رکھنے، تکبیرات کا اہتمام کرنے اور زیادہ سے زیادہ اعمال صالحہ کرنے کی توفیق بخشے۔آمین

از قلم: ابو فائزہ ذاکر حسین الریاضی

عیدالاضحیٰ: تاریخی پس منظر اور حقیقی اہمیت

قربانی کا اصطلاحی مفہوم: عیدالاضحی کی نماز کے بعد پہلے دن یا قربانی کے دنوں میں بہیمۃ الانعام (مثلاً بکری، بھیڑ، گائے اور اونٹ) میں سے کسی جانور کو شرعی طریقے پر بطور قربانی و تقرب الی اللہ ذبح کرنا قربانی کہلاتا ہے۔[القاموس المحيط للفيروز أبادي، ص ١١٩٩]

امام جصاص رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے: "وَالْقُرْبَانُ مَا يُتَقَرَّبُ بِهِ الْقُرْبُ مِنْ رَحْمَةِ اللهِ تَعَالٰى مِنْ أَعْمَالِ الْبِرِّ"[احكام القرآن، سورة المائدة: 44/4]"قربانی ہر اس نیک کام کو کہا جاتا ہے جس کا مقصد اللہ کی قربت حاصل کرنا ہو۔

عرف عام میں دس ذوالحج کو بکرے، دنبے، گائے، اونٹ ذبح کرنے کا نام قربانی ہے۔

تاریخ:

قربانی ایک ایسی عبادت ہے کہ جس کا تصور ہر آسمانی مذہب میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۗ فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا ۗ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ)(22: الحج، 34) "اور ہم نے ہر امت کے لیے ایک قربانی مقرر کی ہے، تاکہ وہ ان چوپاؤں پر اللہ کا نام ذکر کریں جو اس نے انہیں دے رکھے ہیں۔ پس تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو اسی کے فرمانبردار رہو، اور عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دو۔"

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امر تسری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''قرآن مجید کے اس دعویٰ (کہ قربانی کا حکم ہے) کا ثبوت آج بھی مذہبی کتب میں ملتا ہے۔ عیسائیوں کی بائبل تو قربانی کے احکام سے بھری پڑی ہے۔ تورات کی دوسری کتاب سفر خروج میں عموماً یہی احکام ہیں۔ تعجب تو یہ ہے کہ ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ ہندوؤں اور آریوں کے مسلمہ پیشوا منوجی کہتے ہیں: یگیہ (قربانی) کے واسطے اور نوکروں کے کھانے کے واسطے اچھے ہرن اور پرندہ مارنا چاہیے۔ اگلے زمانے میں رشیوں نے یگیہ کے لیے کھانے کے لائق ہرن اور پکشیوں کو مارا ہے۔ شری برہما جی نے آپ سے آپ یگیہ (قربانی) کے واسطے پشو (حیوانوں) کو پیدا کیا۔ اس سے یگیہ جو قتل ہوتا ہے وہ بدھ نہیں کہلاتا۔ حیوان، پرندہ، کچھوا وغیرہ، یہ سب یگیہ کے واسطے مارے جانے سے اعلیٰ ذات کو دوسرے جنم میں پاتے ہیں۔'' [ادھیائے: 5۔ شلوک: 22، 39، 40]

حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کی قربانی کا تذکرہ:

جب سے حضرت آدم علیہ. السلام دنیا میں تشریف لائے اس وقت سے لے کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس کی رضا کے لیے قربانی کرنا مشروع ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کی قربانی کا واقعہ بیان ہوا ہے: وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخِرُ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ لَئِنْ بسَطتْ إِلَى يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَا بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ إِنِّي أَخَافُ اللهَ رَبِّ الْعَلَمِينَ (05: المائدة : 27، 28) ''اور ان پر آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کی خبر کی تلاوت حق کے ساتھ کریں، جب ان دونوں نے کچھ قربانی پیش کی تو ان میں سے ایک کی قبول کر لی گئی اور دوسرے کی قبول نہ کی گئی۔ اس نے کہا بے شک اللہ متقی لوگوں ہی سے قربانی قبول کرتا ہے میں تجھے ضرور ہی قتل کر دوں گا۔ اس نے کہا بے شک اللہ متقی لوگوں ہی سے قبول کرتا ہے۔ اگر تو نے اپنا ہاتھ میری طرف اس لیے بڑھایا کہ مجھے

قتل کرے تو میں ہر گز اپنا ہاتھ تیری طرف اس لیے بڑھانے والا نہیں کہ تجھے قتل کروں، بے شک میں اللہ سے ڈرتا ہوں، جو سارے جہانوں کا رب ہے"

مولانا میاں محمد جمیل صاحب لکھتے ہیں: اللہ کے حضور انسان جب کسی جانور کی قربانی پیش کرتا ہے تو اس میں نیت رضائے الٰہی کے حصول کے سوا کچھ نہیں ہونا چاہیے۔ دین اسلام کی خوبیوں میں ایک خوبی یہ ہے کہ اس کے ہر کام میں آخرت کے اجر کے ساتھ دنیا کا فائدہ پایا جاتا ہے۔ پہلی امتوں میں یہ اصول تھا کہ قربانی پیش کرنے والا اس کا گوشت نہیں کھا سکتا تھا۔ لیکن ہم پر اللہ تعالیٰ کا یہ فضل ہوا کہ اس نے نہ صرف ہمیں قربانی کا گوشت کھانے کی اجازت عنایت فرمائی ہے بلکہ ہم قربانی کے جانور کی اون، چمڑی اور ہڈیوں سے بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں اسی طرح دیگر چوپاؤں میں ہمارے لیے فوائد رکھے گئے ہیں۔(تفسیر فہم القرآن

مزید اس آیت کی تفسیر میں حافظ عبدالسلام بن محمد بھٹوی لکھتے ہیں: حضرت آدم علیہ السلام کے ان دو بیٹوں کا نام ہابل اور قابل مشہور ہے، اگرچہ قرآن یا حدیث میں یہ نام نہیں آئے۔ یہ نذر یائے قربانی کس لیے پیش کی گئی اس کے بارے میں کوئی صحیح روایت نہیں، البتہ مشہور یہ ہے کہ ان دونوں کے بیچ شادی کے تعلق سے جھگڑا ہوا، بالآخر آدم علیہ السلام نے دونوں کو بارگاہ الٰہی میں قربانی پیش کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ جس کی قربانی قبول ہو جائے گی، قابیل کی بہن کا نکاح اس سے کر دیا جائے گا، پھر ہابیل کی قربانی قبول ہو گئی، یعنی آسمان سے آگ آئی اور اسے کھا گئی جو اس کے قبول ہونے کی دلیل تھی لیکن جیسا کہ بتایا گیا ہے یہ بات ثابت نہیں ہے،(تفسیر القرآن الکریم)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا واقعہ: اللہ تعالیٰ اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! مجھے نیک بخت اولاد عطا فرما۔ تو ہم نے اسے ایک بردبار بچے

کی بشارت دی، پھر جب وہ بچہ اتنی عمر کو پہنچا کہ اس کے ساتھ چلے پھرے، تو اس (ابراہیم) نے کہا کہ میرے پیارے بچے! میں خواب میں اپنے آپ کو تجھے ذبح کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں-اب تو بتا کہ تیری کیا رائے ہے، بیٹے نے جواب دیا کہ ابا! جو حکم ہوا ہے اسے بجالا یئے ان شاءاللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے، اس (بیٹے) کو پیشانی کے بل گرادیا، تو ہم آواز دی کہ اے ابراہیم! یقیناً تو نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا، بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں، در حقیقت یہ کھلا امتحان تھا، اور ہم نے ایک بڑا ذبیح اس کے فدیہ میں دے دیا، اور ہم نے اس کا ذکر پچھلوں باقی رکھا، ابراہیم علیہ السلام پر سلام ہو، ہم نیکو کاروں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں، بے شک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھا، [الصافات 100تا111]

ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں مسند احمد اس روایت کو لاتے ہیں جو ابن عباس سے مروی ہے: جب ابراہیم علیہ السلام اپنی نور نظر کو ذبح کرنے کے لئے چلے تو سعی کے وقت شیطان سامنے آیا لیکن ابراہیم اس سے آگے بڑھ گیٔے، کئی بار شیطان آپ کے راستے خلل ڈالنے کی کوشش کی پر ناکام رہا، بالآخر ابراہیم علیہ اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لیے پچھاڑا اور گردنِ فرزند پر سکین حداد قریب تھا کہ روانہ ہو جائے کہ آواز آئی بس ابراہیم! خواب کو سچ کر چکے مڑ کر دیکھا تو ایک مینڈا سفید رنگ کا بڑے بڑے سینگوں اور صاف آنکھوں والا نظر پڑا، ابن عباس رضی اللہ فرماتے ہیں اسی لئے ہم اس قسم کے مینڈے چن چن کر قربانی کے لیے لیتے تھے، (تفسیر ابن کثیر ٥/٣٨٦)

نبی کریم صل اللہ علیہ وسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں دو ذبیح کی اولاد ہوں، ایک حضرت اسماعیل علیہ السلام اور دوسرے آپ کے والد محترم عبداللہ بن عبد المطلب، (السیر والمغازی لابن اسحاق، الجزء الاول/نذر عبد المطلب/ ١٥١)

قربانی کی حقیقی اہمیت:

قرآن وسنت کے واضح نصوص کی روشنی میں ماہ ذوالحج نہایت عظمت وحرمت اور فضیلت والا مہینہ ہے۔اسی ماہ کی دسویں تاریخ"یوم نحر""قربانی"اور"عیدالاضحیٰ"کے نام سے معروف مشہور ہے،چونکہ اس مبارک دن اللہ تعالیٰ کی رضاوخوشنودی کے لئے جانور قربان کیے جاتے ہیں،اس لیے اسے"عید قربان"کہا جاتا ہے۔

حج اکبر:اسی مبارک دن کو یوم حج اکبر بھی قرار دیا گیا ہے۔ابوہریرہ سے مروی حدیث کوامام بخاری نے تعلیقاً اور امام ابوداود نے موصولاروایت کیا ہے کہ نبی کریم صل اللہ علیہ وسلام نے فرمایا:"يَوْمُ الْحَجَّ الْأَكْبَرِ يَوْمُ النَّحْرِ، وَالْحَجُّ الْأَكْبَرُ الْحَجُّ" حج اکبر کادن یعنی قربانی کادن ہے اور حج اکبر حج ہے۔"

اسی طرح صحیح مسلم میں ابن شہاب سے مروی ہے کہ حمید بن عبدالرحمن کہا کرتے تھے: حضرت ابوہریرہ سے مروی(مذکورہ بالا) حدیث کی بناپر"یوم النحر"ہی کو""یوم حج اکبر"ہے۔

نیز قرآن کریم میں ارشادالہی ہے:{وَآذَانٌ مِّنَ اللَّهِ وَ رَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَقِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ وَرَسُولُهُ} [التوبة : ٣] "اور حج اکبر کے دن اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے منادی کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول مشرکوں سے بے تعلق(جدا وعلیحدہ)ہیں۔"اس آیت میں مذکور"یوم حج اکبر" کی وضاحت مذکورہ احادیث نبویہ سے بخوبی ہوجاتی ہے کہ اس سے مراد"یوم نحر"ہے۔(فتح الباري: ٨/٣١٧. مجموع الفتاوى لابن تيمية: ٢٥/ ٢٨٨،)

اس تحقیق سے اُس مشہور مگر بے اصل تصور کی حقیقت بھی واضح ہوجاتی ہے کہ "جو کہتے ہیں کہ یوم عرفہ جمعہ کے دن آئے وہی حج اکبر ہے اور اس کا ثواب عام حج سے ستر گناہ زیادہ ہوتا ہے"حالانکہ شرعی نصوص کی

رو سے "حج اکبر" سے مراد "یوم النحر" ہی ہے، نہ کہ محض جمعہ کے دن آنے والا یوم عرفہ، اسی نسبت سے عیدالاضحیٰ کو "بڑی عید" بھی کہا جاتا ہے،

پھر اس عید کے دن کا محبوب ترین عمل قربانی کے جانوروں کا خون بہانا ہے۔ قربانی کی اہمیت کا اندازہ تو اسی بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے تیسویں پارے میں اس کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے: فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴿۲﴾ [الکوثر :۲] "پس اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر"

اس آیت مبارکہ میں مذکور لفظ "وانحر" کے کئی معانی بیان کیے گئے ہیں، تاہم امام ابن کثیر نے ان اقوال کو ذکر کرنے کے بعد اس معنیٰ کو راجح قرار دیا ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے لیے قربانی کرنا اور جانور کا ذبح کرنا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، اردو: ۵/ ۷۱۱)

علاوہ ازیں قربانی کی اہمیت میں سنت ابراہیمی کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا: {وفديناه بذبح عظيم} [الصافات ۱۰۷] اور ہم نے بڑی قربانی (اسماعیل کے) فدیے میں دیکر اسے چھڑا لیا،

یقیناً قربانی اتنی عظیم الشان عبادت ہے؛ جسے نبی کریم صل اللہ علیہ و سلام سفر، حضر ہر حالت میں ہر سال قربانی دیا کرتے تھے۔ چنانچہ ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: {اقام رسول الله بالمدينة عشر سنين يضحي}(رواه الترمذي ۱۵۰۷) امام ترمذي نے اس حدیث کو حسن کہا ہے"

اور سفر کے دوران قربانی کرنے کے بارے میں تو ایک صحیح حدیث سنن ترمذی و نسائی ابن ماجہ میں ابن عباس سے مروی ہے، جس میں وہ فرماتے ہیں: (كنا مع رسول الله في سفر فحضر الأضحى فاشتركنا في البقر سبعة

وفي البعير عشرة) [رواه الترمذي ١٥٠١]امام بیہقی نے اسے صحیح سند سے روایت کیا ہے. ابن خزیمۃ، ابن حبان، حاکم اور ذھبي نے اسے صحیح کہا ہے اور ترمذی اسے بھی حسن کہا ہے"

ان تمام سابقہ تفصیل سے اور قرآن واحادیث کی مجموعی تعداد سے قربانی کی حقیقی اہمیت اظہر من الشمش کی طرح عیاں ہوگئی،

قربانی کی مقبولیت:

قربانی کی قبولیت کی بنیادی دو شرطیں ہیں:

تقوی: اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کی قربانی کا احوال بیان کرتے ہیں"إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ" (5: المائدہ : 27)اس نے کہا بے شک اللہ متقی لوگوں ہی سے قبول کرتا ہے۔

رزق حلال:

قربانی کا جانور حلال کمائی سے خریدا گیا ہو، حرام خور اور حلال مال میں حرام ملانے کی قربانی قابل قبول نہیں ہوتی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا رسول اللہ نے

فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالی پاک ہے اور پاک (مال) کے سوا (کوئی مال) قبول نہیں کرتا اللہ نے مومنوں کو بھی اسی بات کا حکم دیا جس کا رسولوں کو حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے پیغمبران کرام! پاک چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو جو عمل تم کرتے ہو میں اسے اچھی طرح جاننے والا ہوں اور فرمایا: اے مومنو! جو پاک رزق ہم نے تمھیں عنایت فرمایا ہے اس میں سے کھاؤ۔ پھر آپ نے ایک آدمی کا ذکر کیا: جو طویل سفر کرتا ہے بال پراگندا

اور جسم غبار آلود ہے۔(دعا کے لیے آسمان کی طرف اپنے دونوں ہاتھ پھیلاتا ہے اے میرے رب اے میرے رب! جبکہ اس کا کھانا حرام کا ہے اس کا پینا حرام کا ہے اس کا لباس حرام کا ہے اور اس کو غذا حرام کی ملی ہے تو اس کی دعا کہاں سے قبول ہو گی۔(مسلم، کتاب الزکاۃ، باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب 1015) ان دو بنیادی شرطوں کے ساتھ ساتھ اعمال صالحہ کی قبولیت کے دیگر آداب و شرائط کو بھی مد نظر رکھا جائے۔

قربانی کی شرعی حیثیت: اب رہی یہ بات کہ قربانی واجب ہے یا سنت؟ تو اس سلسلے میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ الفاظ حدیث "سنة أبيكم ابراهيم" نے ان قربانیوں کی اصل حقیقت کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ یہ کوئی معمولی کام یا محض گوشت خوری کا ایک ذریعہ نہیں بلکہ یہ جد الانبیاء حضرت ابراہیم کی ایک عظیم یادگار ہے، یہ سنت ابراہیمی ہونے کے علاوہ ہمارے نبی آخر الزماں کی بھی سنت ہے، جو اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ سنت مؤکدہ ہے اور جمہور کا بھی یہی قول ہے، صحابہ و تابعین، ائمہ کرام اور فقہاء و محدثین کی اکثریت نے بھی اسے سنت ہی قرار دیا ہے، لیکن امام ابو حنیفہ نے ہر صاحب استطاعت کے لیے واجب قرار دیا ہے جبکہ مشہور محقق علامہ ابن حزم نے لکھا ہے کہ صحابہ کرام میں سے کسی سے بھی یہ ثابت نہیں کہ انہوں نے قربانی کو واجب قرار دیا ہو جبکہ اکثریت سے یہ ثابت ہے کہ یہ غیر واجب ہے، پر ہاں قربانی کے شرائع دینیہ میں سے ایک اہم اور عظیم عبادت ہونے میں کسی کو بھی کوئی اختلاف نہیں،

[نيل الأوطار ٢/٥/١٠٩. مرعاة المفاتيح ٣/٣٤٩]

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمجھ عطا فرمائے اور ہمارے اعمال قبول فرمائے آمین ثم آمین۔

عبدالسبحان سلفی

مختلف مذاہب میں قربانی کا تصور

قربانی کا معنی و مفہوم:

لفظ ’’قربانی‘‘ دراصل ’’قربان‘‘ سے ماخوذ ہے، جس کا بنیادی مفہوم ہے اپنے معبود کا تقرب اور رضا حاصل کرنے کے لیے جانور وغیرہ پیش کرنا۔ اگرچہ یہ لفظ اپنے اندر وسیع معنی رکھتا ہے، لیکن عام بول چال اور اسلامی اصطلاح میں یہ خاص طور پر اللہ کی راہ میں جانوروں کی قربانی کے لیے ہی مستعمل ہے۔ چنانچہ اسی مناسبت سے عربی زبان میں اس عمل کے لیے أضحية کا لفظ استعمال ہوتا ہے، جس کا شرعی مفہوم ہے اللہ کا تقرب حاصل کرنے کی غرض سے یوم الاضحی سے ایام تشریق (۱۳ ذوالحجہ) تک بہیمۃ الانعام (اونٹ، گائے، بکری اور بھیڑ) میں سے کسی جانور کو ذبح کرنا۔

اسلام کا تصور قربانی:

اسلام میں قربانی کا تصور محض رسم ورواج یا گوشت خوری تک محدود نہیں، بلکہ یہ ایک عبادت ہے، جس میں عبادت کی تمام شرائط بشمول خلوص نیت کا پایا جانا از حد ضروری ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں جو چیز پہنچتی وہ گوشت اور خون نہیں ہے بلکہ وہ تقوی اور خلوص وللہیت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ لَنْ يَنَالَ اللهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَى مِنْكُمْ ﴾ [سورة الحج: ٣٧]

"اللہ کو ہر گز نہ ان کے گوشت پہنچیں گے اور نہ ان کے خون اور لیکن اسے تمھاری طرف سے تقویٰ پہنچے گا"۔

قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وہ عظیم سنت اور یادگار ہے جسے اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کے اندر تا قیامت زندہ وجاوید کردیا ہے۔

دیگر مذاہب میں قربانی کا تصور :قربانی کا تصور صرف دین اسلام کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ابتدائے آفرینش سے ہی بنی نوع انسان میں قربانی کسی نہ کسی شکل میں موجود رہی ہے۔ تقریباًہر قوم اور مذہب میں کسی نہ کسی شکل میں قربانی کا تصور پایا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن کے اندر ہابیل اور قابیل کا جو واقعہ بیان کیا ہے اس کا مرکزی موضوع قربانی ہی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ﴾ [سورة المائدة: ٢٧]

"اوران پر آدم کے دو بیٹوں کی خبر کی تلاوت حق کے ساتھ کیجیے،جب ان دونوں نے کچھ قربانی پیش کی توان میں سے ایک کی قبول کرلی گئی اور دوسرے کی قبول نہ کی گئی۔اس نے کہا: میں تجھے ضرور قتل کردوں گا۔اس نے کہا بے شک اللہ متقی لوگوں ہی سے قبول کرتا ہے"۔

اسی طرح قرآن مجید میں صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ ہر امت کے لیے قربانی کا ایک خاص طریقہ مقرر کیا گیا تھا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ﴾ [سورة الحج: ٣۴] "اور ہر امت کے لئے ہم نے قربانی کے طریقے مقرر فرمائے ہیں تاکہ چوپائے جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے انھیں دے رکھے ہیں"۔

یہودیت :اگر ہم یہودیت کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہاں قربانی کا واضح تصور موجود تھا۔ ''قربن'' مذہب یہود میں قربانی پیش کرنے کو کہتے ہیں۔احکام تورات میں بیان اور واجب شدہ تمام قربانیوں

(جنس، جانور وغیرہ) کو قربن ہی کہا جاتا ہے۔ قربن کی جمع قربانوت ہے۔ تورات اور پرانے عہد نامے میں اس کے باقاعدہ قوانین موجود ہیں۔ قدیم دور میں بنی اسرائیل کے ہاں عبادت کا سب سے بڑا ذریعہ ہی جانوروں، غلے، تیل اور بخور کی قربانی تھا۔ یہ قربانیاں صرف مخصوص کاہن ہی ادا کر سکتے تھے۔ یروشلم میں واقع ہیکل سلیمانی ان سرگرمیوں کا واحد مرکز تھا، جہاں باقاعدہ قربان گاہیں موجود تھیں۔ ان کے یہاں قربانی کی ایک قسم وہ تھی جسے آگ میں مکمل جلا دیا جاتا اور کوئی انسان اسے نہیں کھاتا تھا، جبکہ دوسری قسم کی قربانی کا گوشت بانٹا جاتا تھا۔ لیکن جب سن ۷۰ عیسوی میں رومیوں نے ہیکل کو مکمل طور پر تباہ کر دیا، تو یہودیوں کے ہاں جانور ذبح کرنے کی روایت ختم ہو گئی۔ ان کے علماء نے یہ طے کیا کہ چونکہ قربانی کی مخصوص اور مقدس جگہ باقی نہیں رہی، اس لیے اب جانوروں کی قربانی ممکن نہیں۔

عیسائیت: عیسائی عقیدے کی بنیاد اس نظریے پر ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی غلطی کے باعث تمام انسان پیدائشی طور پر گناہ گار ہیں، اور اس ازلی گناہ سے پاک ہونے کے لیے جانوروں کا خون کافی نہیں تھا۔ اکثر عیسائیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ چونکہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے صلیب پر چڑھ کے اپنے پیروکاروں کے گناہوں کا کفارہ دے دیا لہذا الگ سے قربانی کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ البتہ آرمینین چرچ کے پیروکاروں میں ایک مخصوص دن پر رسم "قربانیہ" ادا کی جاتی ہے۔ اس موقع پر بھیڑ یا مرغ قربان کیا جاتا ہے۔ مگر کیتھولک عیسائی علما کہتے ہیں کہ آرمینین چرچ کی اس روایت کا سرا دین عیسوی کے بجائے اس دور سے جا ملتا ہے، جب یونانی اور رومی دیوتاؤں کی خوشنودی کے لئے جانور قربان کئے جاتے تھے۔ آرمینین چرچ کے پیروکاروں کے علاوہ میکسیکو کے فوک کیتھولک چرچ کے پیروکار بھی قدیم روایات کی اتباع میں جانور قربان کرتے ہیں۔

ہندومت : ہندومت میں قربانی کی جڑیں ان کی قدیم ترین کتابوں یعنی ویدوں میں ملتی ہیں، جہاں اسے یگیہ کا نام دیا گیا ہے۔ ہندومت میں پانچ عظیم قربانیاں (مہا یگیہ) ہیں:

بھووت یگیہ: تمام جانداروں کے لئے قربانی دینا، خاص طور پر جانوروں اور پرندوں کو کھانا دینا۔

پتھری یگیہ: آباواجداد کے لئے قربانی، جس میں ان کی روحوں کی بھلائی کے لئے رسومات انجام دی جاتی ہیں۔

دیو یگیہ: دیوتاؤں کے لئے قربانی، جس میں ویدک منتر پڑھنے اور ہون (آگ میں آہوتی دینا) شامل ہے۔

برہم یگیہ: ویدوں کی تعلیمات پڑھنا اور سکھانا، اور برہمچاریہ (روحانی پاکیزگی) کی پیروی کرنا۔

اتھی یگیہ: مہمانوں، بھکاریوں اور مسافروں کی خدمت کرنا اور ان کے لئے کھانے کا انتظام کرنا۔

ویدک دور میں ہندو معاشرے میں آگ کو بہت مقدس سمجھا جاتا تھا اور ان کا عقیدہ تھا کہ آگ کے ذریعے دیوتاؤں تک ان کے نذرانے پہنچتے ہیں۔ اس لیے وہ آگ کے الاؤ میں گھی، اناج، دودھ اور جانوروں کی بھینٹ چڑھاتے تھے تاکہ کائنات کا نظام چلانے والے دیوتا ان سے خوش رہیں۔ لیکن جیسے جیسے ہندو فلسفے نے ترقی کی، اور خاص طور پر جب بدھ مت اور جین مت کا ظہور ہوا، تو عدم تشدد یعنی اہنسا کا نظریہ عام ہو گیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جانوروں کی قربانی کو بتدریج ترک کر دیا گیا اور اس کی جگہ پھلوں، پھولوں، ناریل اور مٹھائیوں نے لے لی۔ لیکن بعض مقامات پر آج بھی جانوروں کی قربانی کا رواج موجود ہے۔

بدھ مت : بدھ مت میں قربانی کا تصور موجود نہیں بلکہ بدھ مت سرے سے قربانی کی مخالفت کرتا ہے۔ بدھ مت کے نزدیک کسی انسان یا دیگر جانداروں کی قربانی جائز نہیں۔ بدھ مت کے بانی بدھا جانوروں کو قربان کرنے کے خلاف تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ تمام جاندار ہماری محبت کے حق دار ہیں۔ بدھا کے زمانے میں

برہمنوں کی جانب سے مختلف طریقوں سے قربانی کا عمل کیا جاتا تھا۔ بدھا اس قربانی کو کوئی اہمیت دینے پر تیار نہ تھے کیونکہ ان کے نزدیک یہ محض دکھاوے کی رسومات تھیں۔ ان کے نزدیک اگر کوئی حقیقی قربانی ہو سکتی ہے تو وہ نفس اور باطن کی قربانی ہے۔ بدھا کا کہنا تھا: "اے برہمن ! میں لکڑی ڈال کر آگ نہیں جلاتا میں صرف اندر کی حرارت سے آگ جلاتا ہوں"۔

اسی طرح جین مت اور سکھ مت میں بھی جانوروں کی قربانی کا تصور نہیں ہے۔ ان کے نزدیک اصل قربانی خواہشات نفسانی اور "انا" کی قربانی ہے۔

خلاصہ کلام:

تقریباً دنیا کے تمام اقوام و مذاہب میں قربانی کا تصور کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے، لیکن قربانی کا جو حقیقی تصور اور اصل مفہوم ہے وہ صرف دین اسلام کے اندر ہی باقی ہے۔ بقیہ مذاہب میں یہ صرف رسم و رواج بن کر رہ گئی ہے۔ مذکورہ بالا مذاہب میں قربانی کے تصور کو بیان کرنے کے لیے درج ذیل کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے:

(دراسات في اليهودية والمسيحية واديان الهند از ڈاکٹر ضياء الرحمن اعظمی)،(موسوعة الاديان از فراس السواح ، دنیا کے بڑے مذاہب از سید قاسم محمود) ،(اسلام اور مذاہب عالم از قاضی محمد سلیمان منصور پوری)،(مطالعہ مذاہب عالم از احمد عبد اللہ المسدوسی)

از قلم: اظہر الدین سلفی

قربانی کا فلسفہ: تقویٰ، اخلاص اور عبدیت کی عملی تصویر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِینَ، وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلَی سَیِّدِ الْأَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِینَ،

انسانی زندگی محض وقت گزرانے کا نام نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک عظیم امتحان ہے، جہاں ہر لمحہ بندے کے ایمان، نیت، اطاعت اور کردار کا جائزہ لیا جاتا ہے، اسلام نے اس امتحان کی تیاری کے لیے ایسی عبادتیں مقرر فرمایا ہے؛ جو صرف ظاہری اعمال نہیں بلکہ باطن کی بھی اصلاح کا ذریعہ ہے،

انہی عظیم عبادات میں سے ایک عبادت قربانی ہے جو ہمیں ہر سال حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کی یاد دلاتی ہے اور بندگی، تسلیم ورضا، اخلاص اور تقویٰ کا سبق سکھاتی ہے، قربانی محض جانور ذبح کرنے کا نام نہیں بلکہ یہ ایک اعلان عام ہے کہ بندہ اپنی خواہشات محبتوں اور دنیاوی مفادات سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے حکم کو ترجیح دیتا ہے، اگر قربانی کو صرف ایک تہوار یا رسم سمجھ لیا جائے تو اس کی روحانیت میں کوئی حقیقت نہیں رہ جائے گی؛ کیونکہ یہی روحانیت انسان کے لیے تقرب الی اللہ اور تازگیٔ ایمان کا ایک ذریعہ ہے،

اسوۂ ابراہیم: اطاعت وتسلیم کی معراج، قربانی کی اصل بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وہ عظیم واقعہ ہے، جسے قرآن مجید نے ہمیشہ کے لیے ایمان والوں کے لیے نمونہ بنادیا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَىٰ ۚ قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۖ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ (سورة الصافات: 102) **پھر جب وہ لڑکا ان کے ساتھ دوڑ**

دھوپ کی عمر کو پہنچا تو ابراہیم نے کہا اے میرے بیٹے میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں، اب تمہاری کیا رائے ہے؟ اسماعیل نے کہا: اے ابا جان! آپ کو جو حکم دیا جا رہا ہے اسے کر گزریئے، ان شاءاللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے،

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "هَذَا مِنْ أَعْظَمِ الِابْتِلَاءِ وَالِاخْتِبَارِ أَنْ يُؤْمَرَ الْخَلِيلُ بِذَبْحِ وَلَدِهِ" (تفسير ابن كثير)

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سب سے عظیم آزمائشوں میں سے ایک تھی کہ خلیل اللہ کو اپنے بیٹے کے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا،

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى كَمَالِ الِانْقِيَادِ لِأَمْرِ اللَّهِ» (الجامع لأحكام القرآن) اس واقعے میں اللہ کے حکم کے سامنے کامل سپردگی اور اطاعت کی دلیل ہے،

قربانی کا فلسفہ تین بنیادی ستون: قربانی کی پوری روح تین عظیم بنیادوں پر قائم ہے: تقویٰ، اخلاص، عبدیت، یہ تینوں عناصر مل کر قربانی کو ایک مکمل اور جامع تربیتی نظام بنا دیتے ہیں،

پہلا ستون: تقویٰ باطن کی بیداری، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَٰكِن يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ" (سورة الحج: 37)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کو نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں اور نہ خون بلکہ اس تک تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے،

امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ، يَقُولُ وَلَكِنْ يَنَالُهُ إِخْلَاصُكُمْ وَتَوْحِيدُكُمْ" (تفسير الطبري) اللہ تعالیٰ تک تمہارا اخلاص اور توحید پہنچتی ہے،

امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «أَيْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ التَّقْوَىٰ وَالنِّيَّةَ الصَّالِحَةَ"(معالم التنزيل) **اللہ تعالیٰ تمہارا تقویٰ اور نیک نیت چاہتا ہے**،

تقویٰ کی حقیقت: تقویٰ دل کی وہ کیفیت ہے جس میں بندہ ہر وقت یہ محسوس کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے، قربانی تقویٰ کیسے پیدا کرتی ہے؟ اس کی چند صورتیں:

نفس کی تربیت: انسان جب اپنی پسندیدہ چیز اللہ کے لیے قربان کرتا ہے تو نفس کی سرکشی کم ہو جاتی ہے،

مال کو اللہ کے تابع کرنا: قربانی یہ سکھاتی ہے کہ مال انسان کا مالک نہیں بلکہ اللہ کی امانت ہے

اطاعت کا مزاج: قربانی انسان کو حکمِ الٰہی کے سامنے جھکنا سکھاتی ہے

دل کی صفائی: دنیا کی محبت کم اور آخرت کی فکر زیادہ ہو جاتی ہے،

دوسرا ستون: اخلاص: ہر عبادت کی قبولیت اخلاص پر موقوف ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ"

(صحیح البخاری 1، صحیح مسلم 1907) **اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے**،

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کا آغاز اسی حدیث سے کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر عمل کی بنیاد اخلاص ہے

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "هَذَا الْحَدِيثُ أَصْلٌ عَظِيمٌ مِنْ أُصُولِ الْإِسْلَامِ"(شرح النووی علی مسلم)

یہ حدیث اسلام کے عظیم بنیادی اصولوں میں سے ایک ہے،

آج ہمارے معاشرے کا یہ شعار بن گیا ہے کہ قربانی جیسی اس عظیم الشان عبادت پر بھی بعض لوگ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش، فخر، مقابلہ، نمود و نمائش اور شان و شوکت مظاہرہ کرنے میں کوئی قصر نہیں چھوڑتے ہیں، حالانکہ اس کا اصل مقصد اس کے برعکس ہے،

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾(سورة البينة: 5)ترجمہ: انہیں صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ خالص اللہ کی عبادت کریں،

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: أَيْ مُفْرِدِينَ لَهُ الطَّاعَةَ وَالْعِبَادَةَ(تفسیر الطبری)یعنی عبادت اور اطاعت کو صرف اللہ کے لیے خالص کریں،

تیسرا ستون: عبدیت بندگی کی تکمیل، اور قربانی کا سب سے بلند مقام ہے، یہ ایک ایسی شے ہے کہ بندہ اپنی خواہش، محبت اور مرضی کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع کر دیتے ہیں،

ابراہیمی عبدیت کی جھلک: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو قربان کرنے کے لیے قدم بڑھا کر یہ ثابت کیا کہ اللہ کی محبت ہر محبت سے بڑھ کر ہے، اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے یہ واضح کیا کہ نوجوانی بھی اطاعتِ الٰہی کا عظیم نمونہ بن سکتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہیں: "إِنَّ هَـٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ"(سورة الصافات: 106) ترجمہ: یقیناً یہ ایک کھلی ہوئی آزمائش تھی، قربانی سنتِ نبوی ﷺ بھی ہے، رسول اللہ ﷺ خود قربانی کا اہتمام فرماتے تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"ضَحَّى النَّبِيُّ ﷺ بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ"(صحیح البخاری: 5558)ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے دو سینگوں والے سفید و سیاہ مینڈھوں کی قربانی دی،

امام ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "فِيهِ اسْتِحْبَابُ الْأُضْحِيَّةِ وَالْمُبَالَغَةُ فِي تَعْظِيمِهَا" (فتح الباری)

اس حدیث میں قربانی کی مشروعیت اور اس کی عظمت کو ظاہر کرنے کی دلیل ہے،

قربانی کا معاشرتی شعور: قربانی صرف انفرادی عبادت نہیں بلکہ ایک اجتماعی تربیت بھی ہے، ایثار و ہمدردی حتی کہ قربانی انسان کے اندر ایک دوسرے کے لیے جینے کا جذبہ پیدا کرتی ہے، مثلا: غرباء کی مدد ان میں گوشت کی تقسیم کرنا، معاشرے کے غریب افراد کے خوشیوں میں شراکت کرنا یہی تو قربانی کا پیغام ہے اور یہی اسلام کا طرۂ امتیاز رہا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہیں: ﴿فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ﴾ (سورة الحج: 28)

ترجمہ: اس میں سے خود بھی کھاؤ اور محتاج فقیر کو بھی کھلاؤ،

امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «فِيهِ الْحَثُّ عَلَى مُوَاسَاةِ الْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ» (فتح القدير) اس آیت میں فقراء و مساکین کے ساتھ ہمدردی اور تعاون کی ترغیب ہے، عصر حاضر میں قربانی کی مناسبت سے علماء کا یہی پیغام یہ ہے کہ آج انسان مادیت، خود غرضی اور نمائش کے دور میں جی رہا ہے، ایسے ماحول میں قربانی ہمیں یاد دلاتی ہے کہ اصل کامیابی اللہ کی رضا و خوشنودی میں ہے، اور ہمیں ریا اور نمود و نمائش پاک ہو کر قربانی دینا چاہیے،

اللہ تعالیٰ ہمیں قربانی کی حقیقی روح سمجھنے اخلاص و تقویٰ کے ساتھ اس پر عمل کرنے اور اپنی زندگی کو مکمل بندگی کا نمونہ بنانے کی توفیق۔ عطا فرمائے آمین یارب العالمین

از قلم: محمود کوثر عالیاوی

قربانی کی مشروعیت قرآن وسنت کی روشنی میں

قربانی مالی عبادتوں میں سے ایک اہم عبادت ہے۔ جس کے ذریعے بندہ اللہ تعالی کا تقرب حاصل کرتا ہے، یہ عبادت دراصل ایک عظیم سنت کی یادگار ہے جو سیدنا آدم علیہ السلام کے زمانے سے جاری ہے اور خاص طور پر سیدنا ابراھیم کی بے مثال اطاعت اور قربانی کی یاد کو تازہ کرتی ہے، اسی عمل کے ذریعے معاشرے میں غریبوں اور محتاجوں کے ضروریات پوری ہوتی ہیں اور باہمی ہمدردی اور اخوت کو فروغ بھی ملتا ہے،

قربانی کا معنی ومفہوم:

عربی زبان میں قربانی کے لیے "أُضحِيةٌ وضحيةٌ" کے الفاظ مستعمل ہیں، جن کی جمع أضاحی وضحایا آتی ہے، اسی مناسبت سے قربانی کی عید کو عید الاضحیٰ کہا جاتا ہے یعنی قربانی کی عید۔

امام نووی رحمہ اللہ نے "تحریر التنبیہ" کے اندر قاضی عیاض کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اہل لغت نے بھی اس کی تائید کی ہے کہ "أضحیۃ" کو یہ نام اس لیے دیا گیا ہے کہ اسے "وقتِ ضحی" میں ادا کیا جاتا ہے۔اور عربی زبان میں "ضحی" سے مراد سورج بلند ہونے کے بعد دن کا چڑھا ہوا حصہ ہے۔ المصباح المنیر (559)

اصطلاحِ شریعت میں قربانی سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالی کی رضا اور تقرب کے حصول کے لیے مقررہ دنوں (ایام نحر) میں مخصوص جانور کو خاص نیت کے ساتھ ذبح کیا جائے۔ فقہائے اسلام کے نزدیک یہ عمل

عبادت ہے جس کا مقصد محض اللہ تعالی کا قرب حاصل کرنا ہوتا ہے۔هي ذبحُ حيوانٍ مخصوصٍ بنية القربة في وقت مخصوص، أو هي ما يذبح من النعم تقرباً إلى الله تعالي في ايام النحر (الفقه الاسلامي وأدلته 594/5)

قربانی کی مشروعیت قرآن کی روشنی میں: قران مجید میں مختلف مقامات پر قربانی کی مشروعیت اور اس کی اہمیت کو واضح انداز میں اجاگر کیا گیا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: {قل إنّ صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العالمین} آپ فرمادیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کے لیے ہے جو سارے جہان کا مالک ہے۔

ایک دوسرے مقام پر فرمایا: {ولکل امة جعلنا منسکا لیذکر اسم الله علی مارزقهم من بهيمة الانعام} اور ہم نے ہر امت کے لیے قربانی کے طریقے مقرر فرمائے ہیں تاکہ وہ ان چوپائے جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے انہیں دے رکھے ہیں۔(سورۃ الحج:34)اور فرمایا:{ والبدنَ جعلناها لكم من شعائر الله لكم فيها خير} قربانی کے اونٹ ہم نے تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی نشانیاں مقرر کر دی ہیں،اس میں تمہارے لیے خیر ہے۔

اسی طرح قربانی جدالانبیاء سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا ایک ایسا عمل ہے؛ جس میں بے مثال جذبۂ ایثار، کامل اطاعت اور مکمل سپردگی کا مظہر ہے،یہی چیزیں اللہ تعالیٰ کو اتنی پسند آئی کہ قربانی کو اہل ایمان کے لیے قیامت تک نمونۂ وفا بنادیا۔

بے شک ابراہیم علیہ السلام کا یہ واقعہ اس حقیقت کو اجاگر کرتا ہے کہ قربانی دراصل اللہ تعالی کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا اور اپنی جان ومال کو اللہ کی رضا کے لیے پیش کرنا ہے،اور یہ نبیوں اور رسولوں کا طریقۂ خاص رہا ہے،

قربانی کی مشروعیت احادیثِ نبوی کی روشنی میں: قربانی کی مشروعیت کے سلسلے میں متعدد صحیح احادیث موجود ہیں، اس سلسلے میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں: "ضحّى النبي صلى الله عليه وسلم بكبشين أملحين أقرنين، ذبحهما بيده، وسمّى وكبّر، ووضع رجله علي صفاحهما"۔ (صحيح بخارى، كتاب الأضاحى: 5565) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگ والے دو چتکبرے مینڈھوں کی قربانی کی، انہیں اپنے ہاتھ سے ذبح کیا، بسم اللہ اور اللہ اکبر پڑھا اور اپنا پاؤں ان کی گردن کے اوپر رکھ کر ذبح کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے عید الاضحیٰ کے متعلق نمازِ عید کے بعد قربانی کرنے کو اپنی سنت قرار دیا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "إنَّ أوَّلَ ما نبدأُ به في يومِنا هذا أن نصلِّيَ ثم رجعَ فننحرَ، فمن فعلَه فقد أصابَ سنَّتَنا (صحيح بخارى، كتاب الأضاحى: 5545 —صحيح مسلم، كتاب الأضاحى: 5073)

ایک دوسری حدیث میں نبی ﷺ نے نماز عید کے بعد قربانی کرنے کو اہل اسلام کی سنت سے تعبیر فرمایا ہے، جیسا کی فرمایا:

"من ذبح قبل الصلاة فإنما ذبح لنفسه، ومن ذبح بعد الصلاة فقد تم نسكه وأصاب سنة المسلمين" (صحيح بخارى، كتاب الأضاحى: 5546)

جس نے نماز سے پہلے قربانی کی، اس نے اپنے لیے ذبح کیا، اور جس نے نماز کے بعد قربانی کی، اس کی قربانی مکمل ہوئی اور اس نے مسلمانوں کی سنت کو پالیا۔"

قربانی کی حکمتیں اور مقاصد: اطاعت و فرمانبرداری: اس تعلق سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: { فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ }(سورة الصافات: 103) "پھر جب دونوں نے حکم مان لیا اور ابراہیم نے اسماعیل کو پیشانی کے بل لٹا دیا۔"

اس آیت کی تفسیر میں ابن کثیر لکھتے ہیں: یعنی جب دونوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا اور اللہ کا ذکر کیا؛ حضرت ابراہیم نے ذبح کرنے کے لیے آمادگی ظاہر کی اور بیٹے نے موت کو قبول کرنے کا عزم کیا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ﴿أسلما﴾ کا معنی ہے: دونوں نے کامل اطاعت و فرمانبرداری اختیار کی اور اللہ کے حکم کے سامنے جھک گئے۔

حضرت ابراہیم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی اور حضرت اسماعیل نے اللہ اور اپنے والد کی اطاعت قبول کی۔ یہ تفسیر مجاہد، عکرمہ، قتادہ، سدی، ابن اسحاق اور دیگر مفسرین نے بیان کی ہے۔ اور ﴿وتله للجبين﴾ کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم نے حضرت اسماعیل کو پیشانی کے بل زمین پر لٹا دیا تاکہ گردن کے پچھلے حصے سے ذبح کریں اور ذبح کے وقت چہرہ نہ دیکھیں، تاکہ یہ مرحلہ ان پر کچھ آسان ہو جائے۔

حضرت ابن عباسؓ، مجاہد، سعید بن جبیر، ضحاک اور قتادہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ ﴿وتله للجبين﴾ سے مراد ہے: انہیں چہرے کے بل گرا دیا یا لٹا دیا۔ (تفسیر ابن کثیر ٦/٣٨٦)

تقویٰ اور اخلاص پیدا کرنا: قربانی کا اصل مقصد خون بہانا یا گوشت کھانا نہیں، بلکہ بندے کا تقویٰ اور اخلاص ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: {لن ينال لله لحومها ولا دماؤها ولكن يناله التقوى منكم} اللہ تعالیٰ تک نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ہی ان کا خون، بلکہ اس تک تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنا: قربانی اللہ تعالیٰ کے قرب کا ایک عظیم ذریعہ ہے۔ بندہ اپنے مال میں سے بہترین چیز اللہ کی رضا کے لیے پیش کرتا ہے، جس سے اس کے دل میں اخلاص اور محبتِ الٰہی پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: { فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ } "اپنے رب کے لیے نماز پڑھیے اور قربانی کیجیے۔ (سورۃ الکوثر: 2)

یہی وجہ ہے کہ آدم علیہ السلام کے جن دو بیٹوں نے اللہ کی بارگاہ میں قربانی پیش کی، ان میں سے ایک کی قربانی قبول کی گئی اور دوسرے کی رد کر دی گئی۔

مفسرین اس کی وجہ بتلاتے ہیں کہ ہابل کے بڑے بھائی قابل کھیتی باڑی کرتا تھا اور ہابل مویشی پالتا تھا۔ ہابل کی قربانی اس لیے قبول ہوئی کیونکہ اس نے اپنے جانوروں میں سے بہترین اور مرغوب و محبوب جانور اللہ کے نام قربان کیا، اور خوشی و اخلاص کے ساتھ کیا۔ بر خلاف اس کے قابل نے اپنی کھیتی میں سے نہایت ردی اور واہی چیز پیش کیا؛ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کی قربانی نکار دیا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ مائدہ: 27) اللہ تعالیٰ آگے فرماتا ہے: {انما يتقبل الله من المتقين} "اللہ تعالیٰ تو صرف متقی لوگوں ہی سے قبول فرماتا"

قربانی کا ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ اس کے گوشت اور چمڑے کے ذریعے فقراء و مساکین کی مدد کی جائے اور ان کے دلوں میں خوشی و مسرت پیدا کی جائے تاکہ عید کی خوشیوں میں معاشرے کا ہر فرد شریک ہو سکے۔ اسی طرح قربانی اللہ تعالی کی اس عظیم نعمت پر شکریہ ادا کرنے کا ذریعہ ہے کہ اس نے ان پاکیزہ جانوروں کو انسان کے لیے مسخر اور قابل استعمال بنایا جاتا ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے: {فكلوا منها وأطعموا القانع والمعترّ كذلك سخرنٰها لكم لعلكم تشكرون} (سورة الحج: 36) ان (قربانیوں) میں سے خود کھاؤ، اور سوال نہ کرنے والے محتاجوں اور سوال کرنے والوں کو بھی کھلاؤ، اسی طرح ہم نے چوپایوں کو تمہارے ماتحت کر دیا ہے کہ تم شکر گزاری کرو۔

قربانی کا حکم: قربانی کے حکم کے بارے میں فقہائے امت کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ جمہور اہل علم کے نزدیک قربانی واجب نہیں بلکہ سنت ہے۔ یہی موقف سیدنا ابو بکر صدیق، عمر، بلال، ابن مسعود، ابن عباس، ابو مسعود البدری، سعید بن مسیب، عطا بن ابی رباح، علقمہ، امام مالک، احمد ابو یوسف، امام شافعی،

اسحاق بن راھویہ اور بہت سے سلف صالحین و محدثین کا ہے چنانچہ امام ابن حزم فرماتے ہیں: " لا يصح من أحد من الصحابة أنها واجبة"یعنی کسی بھی صحابی سے قربانی کے واجب ہونے کی صحیح دلیل ثابت نہیں ہے۔(نیل الاوطار: 119/5)

البتہ راجح اور زیادہ مضبوط قول یہی معلوم ہوتا ہے کہ قربانی سنت مؤکدہ ہے۔اس کی تائید امام بخاری کے قائم کردہ باب " باب سنۃ الأضحیۃ" سے بھی ہوتی ہے۔اس کے تحت مذکور حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "فرمایا:"من ذبح بعد الصلاة تم نسكه وأصاب سنة المسلمين" (صحيح بخاری: 5545) جس شخص نے نماز کے بعد قربانی کی اس کی قربانی مکمل ہو گئی اور اس نے مسلمانوں کی سنت کو پالیا،

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری نے اپنی تبویب و حدیث کے ذریعے قربانی کے سنتِ مؤکدہ ہونے کی طرف اشارہ فرمایا ہے، نیز سیدنا ابن عمر کے مسئلہ سے بھی یہی بات واضح ہوتی ہے کہ قربانی سنت ہے۔اسی طرح امام ترمذی اور صاحب تحفۃ الأحوذی کا رجحان بھی اسی طرف ہے۔(تحفۃ الأحوذی: 76/5)

البتہ امام ابو حنیفہ، امام اوزائی اور بعض مالکیہ کے نزدیک صاحب استطاعت پر قربانی واجب ہے۔احناف کے مشہور مذہب کے مطابق ہر وہ مقیم مسلمان جو نصاب کا مالک ہو اس پر قربانی واجب ہوتی ہے وہ اپنے موقف کی تائید میں قران مجید کی اس ایت سے استدلال کرتے ہیں: " فصل لربك وانحر "پس اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر۔(سورہ کوثر: 2)

احناف کا کہنا ہے کہ یہاں امر کا صیغہ ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن اس استدلال کے متعدد جواب دیے گئے ہیں، ایک جواب یہ ہے کہ آیت کا مقصد خالص اللہ تعالی کے لیے عبادت اور قربانی کا حکم دینا ہے

تاکہ مشرکانہ طریقوں کی نفی ہو دوسرا یہ کہ بعض اہل علم نے "وانحر" سے نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا مفہوم بھی مراد لیا ہے۔(نیل الاوطار:119/5۔تحفۃ الأحوذی:76/5)

احناف کی دوسری اہم دلیل وہ حدیث ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"من وجد سعة فلم يضح فلا يقربن مصلانا""جو شخص استطاعت رکھنے کے باوجود قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔"(صحیح ابن ماجہ:2532) یہ حدیث صحیح ہے لیکن اس کے مرفوع و موقوف ہونے میں اختلاف ہے۔اور زیادہ صحیح بات یہی ہے کہ یہ روایت موقوف ہے۔

بہر حال بظاہر اس حدیث سے وجوب کا مفہوم نکلتا ہے لیکن دیگر تمام احادیث اور اثار صحابہ کو سامنے رکھتے ہوئے جمہور محدثین اور فقہاء کی رائے یہی ہے کہ قربانی سنت مؤکدہ ہے تاہم استطاعت کے باوجود اس عظیم سنت کو ترک کرنا سخت محرومی اور قابل مذمت عمل ہے۔

اختلاف رائے کا مختصر جواب:

قربانی کے حکم میں فقہائے امت کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔جمہور اہل علم جیسے امام مالک، امام شافعی، اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک قربانی سنت مؤکدہ ہے۔جبکہ امام ابو حنیفہ، امام اوزائی اور بعض مالکیہ صاحبِ استطاعت پر اسے واجب قرار دیتے ہیں۔تاہم دلائل کے مجموعہ سے راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ قربانی سنت مؤکدہ ہے البتہ استطاعت کے باوجود اس کا ترک مناسب نہیں۔

اللہ تعالی ہمیں اخلاص کے ساتھ اس عظیم سنت کو ادا کرنے اور اس کی روح و حکمت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین

أحكام الأضحية

كتبه: شهاب الدين النورين

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله، وبعد:

ما يتقرب بالذبح إلى الله تعالى في أيام الأضحى فله ثلاثة أسماء:

الهدي: ما يذبح بمنى، سمي بذلك؛ لأنه يهدى إلى الله تعالى ([1]).

والأضحية: ما يذبح من بهيمة الأنعام أيام الأضحى ووقت الضحى بسبب العيد تقربا إلى الله تعالى([2])

والقربان: ما يتقرب بالذبح إلى الله تعالى أيام النحر، كما جاء في قصة ابني آدم: إِذۡ قَرَّبَا قُرۡبَانٗا فَتُقُبِّلَ مِنۡ أَحَدِهِمَا وَلَمۡ يُتَقَبَّلۡ مِنَ ٱلۡأٓخَرِ ([3]).

اثنان منها يبينان الغرض من هذه الذبائح وواحد منها يبين وقت الذبح، فالهدي يدل على أن العبد يهدي هذه الذبيحة لله عز وجل، والقربان يبين أن الغرض من هذا الذبح هو التقرب إلى الله تعالى، والأضحية ترشد إلى وقت الذبح وهو وقت الضحى.

أحكام الأضحية بعضها تتعلق بالمضحي والآخر بالأضحية، وهنا أستعرض بعض المسائل لهذين الجانبين بدءا بالأول.

الأحكام المتعلقة بالمضحي: الأضحية عبادة يتقرب بها إلى الله، فيلزم أن تتحلى هذه العبادة بالتوجيهات الإلهية، والإرشادات الربانية، ومنها:

---

1 كشف القناع عن متن الإقناع (٣٤٨\٦)

2 مواهب الجليل فى شرح مختصر خليل للحطاب (٢٣٨\٣)، الإقناع فى فقه الامام أحمد بن حنبل (٤٠١\١)

3 المائدة : ٢٧)

الإخلاص: قال النووي رحمه الله: "الإخلاص إفراد الحق سبحانه وتعالى في الطاعة بالقصد، وهو أن يريد بطاعته التقرب إلى الله دون شيء آخر"([1]).

فالعبد يتقرب إلى الله بما يقدم من الذبيحة، لا رياء ولا سمعة كما اتضح ذلك بمعنى كلمة الهدي، والقربان.وأكد على هذا المعنى جملة من نصوص الكتاب والسنة، كما قال الله تعالى: لَن يَنَالَ ٱللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلَٰكِن يَنَالُهُ ٱلتَّقْوَىٰ مِنكُمْۚ([2])، وقال تعالى: فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَٱنْحَرْ ([3])،

وقال: قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ 162 لَا شَرِيكَ لَهُۥۖ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا۠ أَوَّلُ ٱلْمُسْلِمِينَ 163([4])، وقال النبي صلى الله عليه وسلم: عن أبي هريرة رضي الله عنه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "إن الله لا ينظر إلى صوركم وأموالكم. ولكن ينظر إلى قلوبكم وأعمالكم".([5])

فهذه النصوص الشرعية وغيرها تدل على إخلاص العمل لله، وإصلاح النية، والالتزام بالتقوى في سائر الأمور وخاصة في الأضاحي.

الإمساك عن الشعر والأظفار: ومن آداب المضحي أن يمسك عن شعره وأظفاره بعد أن يرى هلال ذي الحجة حتى يضحي.

---

[1] التبيان فى آداب حملة القرآن (ص۴۰)

[2] (الحج: ۳۷)

[3] (الكوثر: ۲)

[4] (الأنعام:۱۶۲-۱۶۳)

[5] صحيح مسلم(۳\۱۹۸۷)

اختلف العلماء في المسألة على ثلاثة أقوال:

القول الأول: الوجوب،هذا مذهب الحنابلة([1])، وبه قال إسحاق وسعيد بن المسيب([2])، واختاره ابن حزم([3])، و ابن عثيمين ([4]).

القول الثاني: الاستحباب، هذا مذهب المالكية([5])، والشافعية([6]).

القول الثالث: المباح، هذا مذهب الحنفية([7]).

أدلة القول الأول: قول النبي صلى الله عليه وسلم: عن أم سلمة رضي الله عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (إذا رأيتم هلال ذي الحجة، وأراد أحدكم أن يضحي، فليمسك عن شعره وأظفاره) ([8]).

وجه الاستدلال: قوله "فليمسك" أمر يدل على الوجوب.

أدلة القول الثاني: قالت عائشة رضي الله عنها (أنا فتلت قلائد هدي رسول الله صلى الله عليه وسلم بيدي، ثم قلدها رسول الله صلى الله عليه وسلم بيديه، ثم بعث بها مع أبي، فلم يحرم على رسول الله صلى الله عليه وسلم شيء أحله الله له حتى نحر الهدي)([9]).

---

[1] المغني (٣٦٢\١٣)

[2] انظر : المغني(٣٦٢\١٣)

[3] المحلى بالآثار(٣\٦)

[4] مختصر أحكام الأضحية والذكاة لابن عثيمين (ص١٧)

[5] الذخيرة للقرافى(١٤١\٣)

[6] الحاوي الكبير (٧٤\١٥) البيان فى مذهب الشافعي(٤٣٨\٤)

[7] المغني(٣٦٢\١٣)

[8] صحيح مسلم(١٥٦٥\٣)

[9] صحيح البخارى(٨١٣\٢)

وجه الاستدلال: وجب استعمال الخبرين، فنحمل الأمر به على الاستحباب دون الإيجاب([1]).

نوقش: حديث عائشة عام، وحديث أم سلمة خاص، فيحمل العام عليه([2]).

أدلة القول الثالث: حديث عائشة السابق:(فلم يحرم على رسول الله صلى الله عليه وسلم شيء أحله الله له حتى نحر الهدي)

وجه الاستدلال: الحديث صريح أنه أراد الذبح ولم يحرم عليه شيء.

نوقش: لم يحرم عليه صلى الله عليه وسلم ما يحرم على الحاج بسبب إرسال الهدي إلى مكة، أما ما يحرم بسبب التضحية فهو باق على الأصل([3]).

الترجيح: الراجح –والله أعلم- القول بوجوب الإمساك عن الشعر والأظفار لظاهر نص الحديث.

وهذا الحكم خاص بالمضحي، ولا يدخل فيه أهله وأولاده ، وذلك لأمرين كما ذكره ابن عثيمين رحمه الله: 1- لأن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "وأراد أحدكم أن يضحي" ولم يقل أو يضحى عنه.

2- ولأن النبي صلى الله عليه وسلم كان يضحي عن أهل بيته ولم ينقل عنه أنه أمرهم بالإمساك عن ذلك.([4])

التأسي بالنبي صلى الله عليه وسلم في الأضحية: أمر المسلمون بتمسك هدي النبي صلى الله عليه وسلم، وهذا هو الأصل في الاقتداء، يفعلون كما فعل، وهديه صلى الله عليه

---

[1] الحاوي الكبير (١٥\٧٤)

[2] كشف القناع عن متن الإقناع (٦\٣٣٣)

[3] انظر: كشف القناع عن متن الإقناع (٦\٣٣٣)

[4] مختصر أحكام الأضحية والذكاة لابن عثيمين (ص١٨)

وسلم في الأضحية الاستمرار كما جاء عن عبد الله بن عمر: (أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، نحر يوم الأضحى بالمدينة، قال: وقد كان إذا لم ينحر يذبح بالمصلى)([1]).

وعن أنس بن مالك: (أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يضحي بكبشين. قال أنس: وأنا أضحي بهما)([2]).

ومن هديه صلى الله عليه وسلم يضحي أحسن ما عنده، وأطيب كما جاء عن أنس:(أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يضحي بكبشين أملحين أقرنين)([3]).

وعن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال:(كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يضحي بكبش أقرن فحيل، ينظر في سواد، ويأكل في سواد، ويمشي في سواد)([4])

فينبغي أن يتحرى من الأضحية ما هي أحسن منظرا، وأجود لحما، وأكثر ثمنا.

الأحكام المتعلقة بالأضحية: الأحكام المتعلقة بالأضحية كثيرة أذكر بعضا منها:

حكم الأضحية: أجمع المسلمون على مشروعية الأضحية ([5])

---

[1] صحيح سنن النسائی للألبانی (۳\۹۱۳)

[2] مسند أحمد (۲۱\۲۰۸)،قال محققوه : اسناده صحيح علي شرط الشيخين۔

[3] صحيح البخاری(۵\۲۱۱۴)

[4] سنن أبی داؤد (۴\۲۲۲)،قال شعيب الأرنؤوط: اسناده صحيح

[5] المغنی(۱۳\۳۶۰)

ثم اختلف أهل العلم في حكم الأضحية على قولين:

القول الأول: سنة مؤكدة، هذا مذهب جمهور أهل العلم من الحنفية([1]) أبو يوسف ومحمد، وهو مذهب المالكية([2])، والشافعية([3])، والحنابلة([4])، وبه قال جملة من السلف([5]) أبوبكر وعمر وابن عبّاس وبلال -رضى الله عنهم-،وهو قول أبو ثور، وعطاء، وعلقمة، والأسود، واختاره ابن حزم([6]).

القول الثاني: واجية على موسر ذي نصاب زكاة، ذهب إليه الحنفية ([7])، وبه قال الثوري، والأوزاعي، والليث([8]).

أدلة القول الأول: من السنة: 1- (إذا رأيتم هلال ذي الحجة، وأراد أحدكم أن يضحي، فليمسك عن شعره وأظفاره)([9]).

وجه الاستدلال: علق الأضحية بالإرادة، ولو وجبت لحتمها([10]).

---

[1] اختلف العلماء للطحاوي(٢٢٠/٣) المبسوط للسرخسي (٨/١٢)

[2] الموطا (٦٩٥/٣)، المعونة على مذهب عالم المدينة(٦٥٤/١)، التفريع في فقه الإمام مالك بن أنس(٣٠١/١)، الجامع لمسائل المدونة(٣٠٨/٥)

[3] البيان في مذهب الإمام الشافعي للعمراني(٤٣٤/٤)، المهذب في فقه الإمام الشافعي للشيرازي(٤٣٢/١)، منهاج الطالبين وعمدة المفتين في الفقه للنووي(ص٣٢٠)،

[4] المغني(٣٦٠/١٣)، شرح الزركشي(٣/٧)، دليل الطالب لنيل المطالب للمرعي المكرمي(ص١١٢)

[5] عين المسائل للقاضي عبد الوهاب(ص٤٨١)

[6] المحلي بالآثار (٣/٦)

[7] اختلاف العلماء للطحاوي(٢٢٠/٣)، مختصر القدوري(ص٣٠٨)، المبسوط لسرخسي(٨/١٢)، المحيط البرهاني(٨٥/٦)،

[8] عيون المسائل(ص٤٨١)، المغني٣٦٢/١٣)،

[9] تقدم تخريجه

[10] الحاوي الكبير(٧٢/١٥)،

2- عن ابن عباس، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:(ثلاث هن علي فرائض ولكم تطوع: النحر، والوتر، وركعتا الفجر)([1]).

من الآثار: 1- عن أبي سريحة الغفاري رضي الله عنه، قال: (أدركت أبا بكر أو رأيت أبا بكر وعمر رضي الله عنهما كانا لا يضحيان، في بعض حديثهم كراهية أن يقتدى بهم)([2]).

2- قال أبو مسعود الأنصاري: (إني لأدع الأضحى، وإني لموسر مخافة أن يرى جيراني أنه حتم علي)([3]).

3- وعن ابن عباس(أنه جلس مع أصحابه، ثم أرسل بدرهمين فقال: اشتروا بهما لحما، ثم قال: هذه أضحية ابن عباس)([4]).

أدلة القول الثاني: من الكتاب: قوله تعالى {فصل لربك وانحر}([5])

وجه الاستدلال: أمر بنحر الأضحية والأمر يقتضي الوجوب([6]).

نوقش: الأمر هنا للاستحباب كصلاة العيد على هذا التفسير([7]).

من السنة:1-قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم النحر من كان ذبح قبل الصلاة، فليعد)([8]).

---

[1] المستدرك على الصحيحين(٢/٨٠)، إسناده ضعيف لضعف يحيى بن أبي حية: وهو أبو جناب الكلبي، قال إبن الجوزي: "قلنا يرويه أبو جناب وهو متروك" التحقيق في أحاديث الخلاف لابن الجوزي(٢/١٦٠)، وقال النووي: ضعفه البيهقي، وآخرون لضعف أبي جناب، وأجمعوا على تدليسه، خلاصة الأحكام للنووي(١/٥٥١)،

[2] السنن الكبرى للبيهقي(٩/٤٤٤)، قال الألباني: و السند إليه صحيح" إرواء الغليل في تخريج أحاديث منار السبيل(٤/٣٥٥)،

[3] مصنف عبد الرزاق(٤/٣٨٣)، قال الألباني: إسناده صحيح، إرواء الغليل (٤/٣٥٥)،

[4] معرفة السنن والآثار(١٤/١٥)،

[5] الكوثر:٢

[6] اختلاف العلماء الطحاوي، اختصار الجصاص(٣/٢٢٠)،

[7] بحر المهذب للروياني(٤/١٧١)

[8] صحيح مسلم،(٣/١٥٥٤)

وجه الاستدلال: الأمر يفيد الوجوب([1]).

2- عن أبي هريرة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (من كان له سعة، ولم يضح، فلا يقربن مصلانا) ([2])

وجه الاستدلال: هذا تهديد لمن تهاون في الأضحية والتهديد يكون للوجوب.

نوقش: ضعفه أصحاب الحديث، ثم إن كان صحيحا فهو على تأكيد الاستحباب كما في قوله: "من أكل من هذه البقلة شيئا، فلا يقربن مصلانا" ([3]).

3- (يا أيها الناس إن على كل أهل بيت في كل عام أضحية،وعتيرة)([4])

وجه الاستدلال: "على" من صيغ الوجوب؛ فدل على أن الأضحية واجبة على كل أحد.

نوقش: أن جمعه بين الأضحية والعتيرة دليل على اشتراكهما في الحكم. والعتيرة غير واجبة، فكذلك الأضحية([5]).

الترجيح: الراجح-والله أعلم- هو القول باستحباب الأضحية، وفي الحقيقة أدلة القول بالوجوب قوي لو لم يكن هناك فهم الصحابة للأمر بالاستحباب، وأقول الصحابة ثابتة لم يطعن الحنفية في ثبوتها بل أتوا بتأويلات بعيدة.ثم هناك فرق بين الواجب والفرض عند الحنفية كما هو مبثوث في أصول الفقه،

---

[1] اختلف العلماء للطحاوي(٣/٢٢٠)،

[2] سنن ابن ماجه(١٠٤٤/٢ ت عبد الباقي)، و حكم الألباني: حسن، وقال شعيب الأرنووط في تعليقه على مسند أحمد:" إسناده ضعيف، عبد الله بن عياش ضعيف يعتبر به... و أخرجه الحاكم(٢٣٢/٤-٢٣١)، من طريق أبي حاتم الرازي، عن عبد الله بن يزيد المقري، بهذا الإسناد، وصحيح إسناده، ووافقه الذهبي، وهو وهم منهما، وحسنه الألباني في" تخريج ومشكلة الفقر"(١٠٢) فأخطأ" مسند أحمد(٤٥٢/٢٢ ط الرسالة)، ثم رأيت عجبا حين حسن هذا الحديث بعد تخطئته للأئمة في تعليقه على سنن أبي داود مستدلا على وجوب الأضحية، وقال: وهو حسن في الشواهد وصححه الحاكم" سنن أبي داود(٤١٦/٤ ت الأرنووط)،

[3] بحر المذهب للرياني(١٧١/٤)، المغني لابن قدامى(٣٦١/١٣)،

[4] سنن ابن ماجة(١٠٤٥/٢ ت عبد الباقي)، حكم الألباني: حسن

[5] بحرالمذهب للرياني(١٧١/٤)،

قال الكاساني: "وفرق ما بين الواجب والفرض كفرق ما بين السماء والأرض على ما عرف في أصول الفقه"([1]) وقال السرخسي: "فإنا نقول بأنها غير مكتوبة بل هي واجبة فالمكتوب ما يكون فرضا يكفر جاحده"([2]).

فالأضحية سنة مؤكدة كما قال الإمام مالك: (الضحية سنة، وليست بواجبة. ولا أحب لأحد ممن قوي على ثمنها، أن يتركها)([3]).

شروط الأضحية: هناك شروط في الأضحية يلزم توفرها لأن تكون مجزئة، ومنها:

الشرط الأول- أن تكون من بهيمة الأنعام وهي الإبل والبقر والغنم، لقوله تعالى: ﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٖ جَعَلۡنَا مَنسَكٗا لِّيَذۡكُرُواْ ٱسۡمَ ٱللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّنۢ بَهِيمَةِ ٱلۡأَنۡعَٰمِۗ﴾([4])

ولا خلاف في ذلك بين المسلمين ، قال ابن حزم: "أجمعوا أن الهدى يكون من الإبل والبقر الثنى فصاعدا من الإبل والبقر والضأن والمعز"([5]).

الشرط الثاني-أن تبلغ السن المحدود شرعاً بأن تكون جذعة من الضأن، أو ثنية من غيره لقوله صلى الله عليه وسلم:(لا تذبحوا إلا مسنة) ([6]).

---

[1] بدائع الصنائع(٦٢/٥)،

[2] المبسوط(٨/١٢)،

[3] المؤطأ٣/٦٩٥)،

[4] الحج:٣٤

[5] مراتب الإجماع(ص٤٢)،

[6] صحيح مسلم(١٥٥٥/٣ ت عبد الباقي)،

الشرط الثالث- أن يضحى بها في الوقت المحدود شرعاً لقوله تعالى: وَيَذۡكُرُواْ ٱسۡمَ ٱللَّهِ فِيٓ أَيَّامٖ مَّعۡلُومَٰتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّنۢ بَهِيمَةِ ٱلۡأَنۡعَٰمِۖ ([1])

واختلفوا في آخر وقت للتضحية على قولين:

القول الأول: آخر اليوم الثانى من أيام التشريق، وهذا مذهب الجمهور من الحنفية([2])، والمالكية([3])، والحنابلة([4])، وهذا قول كثير من السلف([5]) عمر، وعلى، وابن عمر، وابن عباس، وأبى هريرة، وأنس، والثوري.

القول الثاني: آخره آخر أيام التشريق، هذا مذهب الشافعية([6])، وروى عن على، وهوقول عطاء، والحسن([7])، والأوزاعي واختاره ابن المنذر([8])، ورجحه عبيد الله الرحماني المباركفوري([9]).

أدلة القول الأول: من الكتاب قوله تعالى: {ويذكروا اسم الله في أيام معلومات على ما رزقهم من بهيمة الأنعام}

وجه الاستدلال: أقل الأيام ثلاثة، ولأن ما بعد الثالث ليس بمعلوم كالخامس([10]).

---

1 الحج:٢٨

2 المبسوط السرخسي(٩/١٢)، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع للكاساني(٦٥/٥)، النهاية في شرح الهداية للسغناقي(٢٤/٢٣)، المحيط البرهاني لبرهان الدين ابن مازه البخاري(٨٨/٦)،

3 المعونة على مذهب عالم المدينة(٦٦٠/١)، الكافي في فقه أهل المدينة لابن عبد البر(٤٢٣/١)،

4 المغني(٣٨٦/١٣)، كشافات القناع عن متن الإقناع(٤٠٢/٦)،

5 المغني(٣٨٦/١٣)،

6 الحاوي الكبير(١٢٤/١٥)، البيان في مذهب الإمام الشافعي(٤٤٣٦)،

7 المغني(٣٨٦/١٣)،

8 زاد المعاد(٢٩١/٢)،

9 مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح(١٠٨/٥)،

10 المعونة على مذهب عالم المدينة(٦٦٠/١،

من السنة: عن جابر عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه (نهى عن أكل لحوم الضحايا بعد ثلاث، ثم قال بعد: كلوا وتزودوا وادخروا)([1]).

وجه الاستدلال: لا يجوز الذبح فى وقت لا يجوز ادخار الأضحية إليه([2]).

نوقش: نهي الذابح أن يؤخر شيئا فوق ثلاثة أيام من يوم ذبحه، فلو أخر الذبح إلى اليوم الثالث لجاز له الادخار ما بينه وبين ثلاثة أيام([3]).

أدلة القول الثاني: عن جبير بن مطعم ، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم ، قال: (كل أيام التشريق ذبح)([4]).

من المعقول: ولأن الثلاثة تختص بكونها أيام منى، وأيام الرمي وأيام التشريق، ويحرم صيامها، فهي إخوة في هذه الأحكام فكيف تفترق في جواز الذبح بغير نص ولا إجماع([5]).

الترجيح: الراجح-والله أعلم- القول بجواز التضحية آخر أيام التشريق، والأحوط ألا يؤخر إلى آخر أيام التشريق خروجا من الخلاف؛ ولأن اليوم الأول بالاتفاق أكثر أجرا من اليوم الذي بعده واليوم الثاني أفضل من الذي يليه وهكذا.

---

[1] صحيح مسلم،(٦٢/١٥)

[2] المغني(٣٨٧/١٣)، الشرح الكبير على المقنع(٥٥٦/٣)،

[3] نيل الأوطار شرح منتقي الأخبار(١٤٩/٥)،

[4] سنن الدارقطني(٥١٢/٥)، قال الألباني: أحدها حسن الإسناد؛ عند الدارقطني" التعليقات الرضية(١٢٩/٣)، معرفة السنن والآثار للبيهقي(٥٢٣/٧)، قال البهقي بعد أن ذكر روايتين:" الأول مرسل وهذا غير قوي، لأن راويه سويد" السنن الكبرى للبيهقي"(٣٩٢/٥) ، قال ابن القيم: لكن الحديث منقطع لا يثبت وصله.... وروي من وجهين مختلفين يشد أحدهما الآخر" زاد المعاد ت الرسالة الثاني(٢٩١/٢-٢٩٠)،

[5] زاد المعاد(٢٩١/٢)،

الشرط الرابع- أن تكون خالية من العيوب المانعة من الإجزاء، وهي أربعة، لقوله صلى الله عليه وسلم:(أربع لا تجوز في الأضاحي: العوراء بين عورها، والمريضة بين مرضها، والعرجاء بين ظلعها، والكسير التي لا تنقي)([1])

وينبغى في الجملة أن يتقي العيب وتتوخي السلامة لأنه ذبح مقصود به القربة فوجب أن يكون مسلّما مخلصا مما ينقصه ويكدره، لقوله تعالى: {لن تنالوا البر حتى تنفقوا مما تحبون}، وقوله تعالى: {ويجعلون لله ما يكرهون}.

أما العيوب المذكورة وما في معناها وما كان أكثر منها عيبا فاتفقوا على أنها لا تجزئ.

قال ابن عبد البر:" أما العيوب الأربعة المذكورة في هذا الحديث فمجتمع عليها لا أعلم خلافا بين العلماء فيها ومعلوم أن ما كان في معناها داخل فيها فإذا كانت العلة في ذلك قائمة ألا ترى أن العوراء إذا لم تجز في الضحايا فالعمياء أحرى ألا تجوز وإذا لم تجز العرجاء فالمقطوعة الرجل أحرى ألا تجوز وكذلك ما كان مثل ذلك كله"([2]).

هذا ما تيسر إيراده من المسائل، كتبتها لنفسي ولمن يستفيد من المسلمين، وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى آله وصحبه، وأتباعه إلى يوم الدين.

1447/11/18هـ

---

[1] سنن أبي داؤد (٤٢٧/٤ ت الأرنؤوط: قال الأرنؤوط :" إسناده صحيح."

[2] الاستذكار (٢١٥/٥)

از قلم: ابوارسلان محمد وسیم نجرانی

اجتماعی قربانی: شرعی حیثیت اور عصر حاضر کے تقاضے

قربانی اسلام کا ایک عظیم شعیرہ ہے جو ہر سال عید الاضحی کے موقع پر ادا کیا جاتا ہے، اس کا مقصد اللہ تعالی کی رضا حاصل کرنا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت کو زندہ کرنا ہے، موجودہ دور میں اجتماعی قربانی کا رجحان بڑھ گیا ہے، اس لیے اس کی شرعی حیثیت اور جدید تقاضوں کو سمجھنا نہایت ضروری ہے،

اجتماعی قربانی کیا ہے؟

اجتماعی قربانی سے مراد یہ ہے کہ عید الاضحی کے موقع پر ایک سے زائد افراد کامل کر کسی بڑے جانور (گائے، اونٹ) میں حصہ لے کر قربانی کرنا ہے،

اجتماعی قربانی کی شرعی حیثیت:

اجتماعی قربانی شریعت میں جائز ہے، صحیح مسلم کی روایت ہے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ "نحرنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم عام الحديبية البدنة عن سبعة والبقرة عن سبعة" (صحیح مسلم ۱۳۱۸) ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ کے سال قربانی کی، اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے اور گائے سات آدمیوں کی طرف سے ذبح کی، یہ حدیث واضح طور پر اجتمائی قربانی کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہے، لیکن اس میں کچھ اہم مسائل ہیں،

پہلا مسئلہ: شرکاء کی نیت کا ہے، اس مسئلہ میں فقہاء کے درمیان کچھ تفصیل پائی جاتی ہے،

احناف کے نزدیک ساتوں شریکوں کی نیت "قربت" کی ہونی چاہیے، چاہے کسی کی نیت قربانی کی ہو یا عقیقہ کی یا ہدی کی یا نفل قربانی کی، یعنی کوئی نہ کوئی عبادت مقصود ہو، اگر کسی ایک شریک کی نیت صرف گوشت حاصل کرنا ہو، تو سب کی قربانی فاسد ہو جائے گی، بدائع الصنائع میں امام کاسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:" ألا يشارك المضحي فيما يحتمل الشركة من لا يريد القربة رأسا .فإن شارك لم يجز عن الأضحية" یعنی قربانی کرنے والا ایسے شخص کو شریک نہ کرے جو اصلا عبادت و قربت کی نیت نہ رکھتا ہو، کیونکہ اگر ایسا شخص شریک ہو گا تو قربانی درست نہیں ہو گی، (بدائع الصنائع: جلد/۶/۳۰۵)

اور "الفتاوى الهندية" میں ہے" وإن كان شريك السبع من يريد اللحم ...لا يجوز للآخرين" اگر سات حصوں میں ایک شریک صرف گوشت چاہتا ہو تو دوسروں کی قربانی بھی جائز نہیں ہو گی،

احناف کہتے ہیں کہ بڑے جانور میں تمام حصے ایک ہی ذبیحہ میں جمع ہوتے ہیں، اس لیے اگر ایک حصہ عبادت نہ رہا تو پورا عمل متاثر ہو گا، اس لیے صرف گوشت کی نیت والے کو شامل کرنے سے سب کی قربانی فاسد قرار دی گئی،

شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اصل اعتبار ہر شریک کی اپنی نیت کا ہے، اگر ایک شریک صرف گوشت چاہتا ہو تو دوسروں کی قربانی پر اثر نہیں پڑے گا، کیونکہ ہر شخص کا عمل اس کی اپنی نیت کے مطابق ہے، "المجموع شرح المهذب" مین امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں" يجوز أن يشترك سبعة في بدنة أو بقرة للتضحية سواء كانوا كلهم أهل بيت واحد أو متفرقين أو بعضهم يريد اللحم فيجزئ عن المتقرب" (المجموع شرح المهذب:جلد/۸ /۳۹۸) یعنی سات آدمیوں کا ایک اونٹ یا گائے میں قربانی کے لیے شریک ہونا جائز ہے، خواہ وہ سب ایک ہی گھر کے ہوں یا الگ الگ ہوں، اور اگر ان میں سے بعض صرف گوشت حاصل کرنا چاہتے ہوں تب بھی یہ کافی ہے،

اورالمغنی میں ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں"یجوز أن یشترکة السبعة في البدنة والبقرة ،سواء کان واجبا أو تطوعا ،وسواء أراد جمیعھم القربة ،أو بعضھم، وأراد الباقون اللحم "یعنی اونٹ اور گائے میں سات افراد کا شریک ہونا جائز ہے، خواہ قربانی واجب ہو یا نفلی، اور یہ بھی جائز ہے کہ سب شریکوں کی نیت عبادت وقربت کی ہو، یا بعض کی، اور باقی افراد صرف گوشت حاصل کرنا چاہتے ہوں، (المغنی :جلد/۵/۴۵۹)

،مالکیہ کے نزدیک اصل سنت یہ ہے کہ ایک قربانی ایک گھر کی طرف سے ہو اور ساتھ حصوں کی صورت احناف وشوافع کی طرح مشہور نہیں ہے،

اس سلسلے میں شیخ صالح بن فوزان رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ وتخالف العقیقة الأضحیة في کونھا لا یجزئ فیھا شرك في دم، فلا تجزئ فیھا بدنة ولا بقرة إلا کاملة،لأنھا فدیة عن النفس، فلا تقبل التشریك، ولم یرد فیھا تشریك، حیث لم یفعله النبي صلی اللہ علیه وسلم، ولا أحد من أصحابه" (الملخص الفقھي:جلد/۱/۳۶۶)

اور عقیقہ قربانی سے مختلف ہے، اس طور پر کہ عقیقہ میں خون (یعنی جانور) کے اندر شراکت جائز نہیں ہے، پس عقیقہ میں نہ تو اونٹ کافی ہے اور نہ ہی گائے، سوائے اس کے کہ وہ (اونٹ گائے) مکمل (ایک ہی بچے کی طرف سے) ہو، کیونکہ یہ (عقیقہ) جان کے بدلے فدیہ ہے، لہذا اس میں شراکت قبول نہیں کی جائے گی، اور اس (عقیقہ) میں شراکت کے بارے میں کوئی حکم وارد نہیں ہوا، کیونکہ نہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی نے کیا،

اس لیے عقیقہ کے لیے مکمل جانور ذبح کرنا بہتر ہے، اور قربانی کے سات حصوں میں سے بعض حصے عقیقہ کی نیت سے رکھنا محلے اختلاف ہے، لہذا زیادہ محتاط بات یہی ہے کہ قربانی کے تمام حصوں میں صرف قربانی ہی کی نیت کی جائے، نیز حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی سابقہ حدیث سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں شریک

ساتوں افراد کی نیت قربانی ہی کی تھی، مزید یہ کہ قربانی کے حصوں میں کسی دوسری عبادت کو شامل کرنا نہ عہدِ نبوی سے ثابت ہے اور نہ عہدِ صحابہ سے، اس لیے احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ قربانی کے تمام حصوں میں صرف قربانی ہی کی نیت کی جائے، تاکہ یہ عبادت اخلاص کے ساتھ ادا ہو اور اللہ تعالی کے یہاں قابلِ قبول ہو،

دوسرا مسئلہ:

شرکاء کی تعداد کا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ "كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في سفر فحضر النحر فاشتركنا في البعير عن عشرة والبقرة عن سبعة" ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ عید الاضحی کا دن آگیا۔ چنانچہ ہم نے ایک اونٹ میں دس افراد اور ایک گائے میں سات افراد کی طرف سے قربانی میں شرکت کی،

اس حدیثِ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے بڑے جانور، یعنی گائے اور اونٹ، میں شرکت کی ایک متعین حد مقرر فرمائی ہے۔ چنانچہ اگر سات سے کم افراد شریک ہوں تو قربانی بلا کراہت جائز ہے، لیکن گائے میں سات سے اور اونٹ میں دس سے زیادہ افراد کی شرکت جائز نہیں؛ کیونکہ نصِ حدیث میں شرکت کی تعداد متعین کی گئی ہے۔

اسی طرح فقہاء نے یہ بھی تصریح فرمائی ہے کہ تمام شرکاء کے حصے برابر ہوں، یعنی ہر شریک کا حصہ مکمل ایک ساتواں ہو۔ لہٰذا اگر کسی شریک کا حصہ ساتویں حصے سے کم ہو، مثلاً کوئی نصف ساتواں حصہ لینا چاہے، تو ایسی صورت میں قربانی درست نہیں ہوگی، ردالمحتار میں ابن عابدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "لو كان نصيب أحدهم أقل من السبع لم يجز" اگر کسی ایک شریک کا حصہ ساتویں حصے سے کم ہو تو قربانی جائز نہیں ہوگی۔

عصر حاضر کے تقاضے:

آج کے اس پر فتن دور میں لوگوں کی ایک تعداد کبیرہ گناہوں میں مبتلا نظر آتے ہیں، مثلاً حرام طریقوں سے مال کمانا، نماز اور روزے جیسی اہم عبادات سے غفلت برتنا وغیرہ۔ اس لیے اجتماعی قربانی میں حتی الامکان نیک اور دیانت دار افراد کو شریک کرنا چاہیے، تاکہ عبادت کی روح اور تقویٰ برقرار رہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ" اللہ تعالیٰ صرف اہلِ تقویٰ کے اعمال قبول فرماتا ہے۔

البتہ یہ بات یاد رہے کہ کسی شخص کے گناہ گار ہونے کی وجہ سے دوسروں کی قربانی خود بخود فاسد نہیں ہوتی، جب تک قربانی کی شرعی شرائط پوری ہوں۔ تاہم بہتر اور زیادہ محتاط طریقہ یہی ہے کہ نیک اور پرہیزگار افراد کے ساتھ شرکت کی جائے۔

، موجودہ دور میں اجتماعی قربانی مختلف شکلوں میں انجام دی جا رہی ہے

اداروں کے ذریعہ قربانی:

آج کل بہت سی اسلامی تنظیمیں اور فلاحی ادارے اجتماعی قربانی کا انتظام کرتے ہیں، جہاں لوگ اپنی طرف سے رقم جمع کرا دیتے ہیں، اور ادارہ ان کی طرف سے قربانی کر دیتا ہے،

آن لائن قربانی:

ٹیکنالوجی کے اس دور میں آن لائن قربانی کا رواج بھی بڑھ گیا ہے، جس میں مختلف ممالک میں قربانی کروائی جاتی ہے اور گوشت مستحقین تک پہنچایا جاتا ہے،

اجتماعی مذبح: بڑے شہروں میں اجتماعی مذبح خانے قائم کیے جاتے ہیں، جہاں ایک منظم طریقے سے بڑی تعداد میں قربانیاں انجام دی جاتی ہیں۔اس طریقۂ کار کے کئی فوائد ہیں، مثلاً کم خرچ میں قربانی جیسی عظیم عبادت کی ادائیگی، صفائی اور گندگی سے بچاؤ، وقت کی بچت، اور غریبوں و مستحقین تک بڑی مقدار میں گوشت پہنچانا۔ نیز اس کے ذریعے عالمی سطح پر مسلمانوں کے درمیان تعاون اور باہمی ہمدردی کا جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے۔

تاہم اس کے بعض نقصانات بھی سامنے آسکتے ہیں۔ موجودہ دور میں، جب کہ دھوکہ دہی عام ہو چکی ہے، اجتماعی قربانی کے نام پر جعلی ادارے، فرضی رسیدیں اور بعض غیر شرعی طریقے بھی دیکھنے میں آتے ہیں۔اس لیے عصر حاضر کے اہم تقاضوں میں سے ایک یہ ہے کہ اجتماعی قربانی کے لیے معتبر، دیانت دار اور قابلِ اعتماد اداروں کا انتخاب کیا جائے اور مکمل تحقیق کے بعد ہی ان پر اعتماد کیا جائے۔

خلاصہ کلام:

اجتماعی قربانی ایک جائز اور مفید طریقہ ہے جو شریعت کے اصولوں کے مطابق ہو تو نہ صرف عبادت بلکہ سماجی فلاح کا بہترین ذریعہ بن سکتی ہے، عصر حاضر میں اس کی اہمیت مزید بڑھ گئی ہے، مگر اس کے ساتھ دیانت ،شفافیت اور شرعی اصولوں کی پابندی ضروری ہے۔

المؤمنُ للمؤمن كالبنيان يشدُّ بعضُه بعضًا. ‘‘مومن مومن کے لیے عمارت کی مانند ہے۔’’
— صحیح البخاری:481

وفي الاشتراك تيسيرٌ على الناس وتحقيقٌ لمقصد التعاون. ’’ ‘‘اجتماعی قربانی میں آسانی اور’’
باہمی تعاون کا مقصد پایا جاتا ہے۔’’— عبداللہ بن بیہ

ضیاء الحق سلفی (کبیر نگر، جمشید پور)

قربانی اور معاشرتی ذمہ داریاں فقراء، مساوات اور اخوتِ اسلامی

اسلام محض چند عبادات کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ ایک ہمہ جہت نظامِ حیات ہے، جو فرد کی باطنی اصلاح کے ساتھ ساتھ معاشرے کی اجتماعی فلاح کا بھی ضامن ہے، اسلام کی ہر عبادت اپنے اندر ایک حکمت، ایک پیغام اور ایک مقصد رکھتی ہے، نماز بندے کو اللہ سے جوڑتی ہے، زکوٰۃ معاشی عدل قائم کرتی ہے، روزہ تقویٰ پیدا کرتا ہے، اور قربانی ان سب کے ساتھ ایک ایسا جامع عمل ہے جو روحانیت اور سماجیت کو ایک دھاگے میں پرو دیتا ہے، قربانی دراصل ایک ایسی عبادت ہے جس میں بندہ اپنے مال، اپنی خواہش، اور اپنی محبت کو اللہ کے حکم پر قربان کرتا ہے، اور ساتھ ہی اس قربانی کے ذریعے معاشرے کے کمزور طبقات تک خوشی، غذا اور محبت پہنچاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ عیدالاضحیٰ محض ایک تہوار نہیں بلکہ ایک سماجی انقلاب ہے،

۱/ قربانی کا حقیقی مقصد: تقویٰ اور تسلیم ورضا : قربانی کا اصل مقصد جانور ذبح کرنا نہیں بلکہ اپنے نفس کو اللہ کے سامنے جھکا دینا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا "لَنْ يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَى مِنْكُمْ" اللہ کو نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے نہ ان کا خون، بلکہ تمہارا تقویٰ اس تک پہنچتا ہے،

یہ آیت اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ قربانی کا معیار ظاہری شان و شوکت نہیں بلکہ دل کا اخلاص اور تقویٰ ہے، اور جب ہم سیرتِ ابراہیم کو پڑھیں گے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ قربانی کی روح کو سمجھنے کے لیے بنیادی حیثیت رکھتا ہے، ایک باپ اپنے بیٹے کو اللہ کے حکم پر قربان کرنے کے لیے

تیار ہو جاتا ہے، اور بیٹا بھی کامل رضا کے ساتھ کہتا ہے-"يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ "اے میرے والد! آپ وہی کیجیے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے(٢) یہی وہ جذبہ ہے جو قربانی کے ذریعے ہر مسلمان کے دل میں پیدا کرنا مقصود ہے

٢/قربانی اور فقراء: اسلام کا سماجی انصاف: اسلام نے قربانی کو صرف ذاتی عبادت نہیں رکھا بلکہ اسے معاشرتی انصاف کا ذریعہ بنایا، قربانی کے گوشت میں غریبوں، محتاجوں اور ناداروں کا حصہ مقرر کیا گیا تاکہ عید کی خوشی سب تک پہنچے چنانچہ باری تعالیٰ کا فرمان ہے *فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ* تم خود بھی کھاؤ اور محتاج فقیر کو بھی کھلاؤ(٣) ایک دوسرے مقام پر اللہ نے فرمایا

فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ "اور اس میں سے کھاؤ اور قناعت کرنے والے اور مانگنے والے دونوں کو کھلاؤ (٤)

یہ آیات ہمیں ایک مکمل معاشی نظام کی طرف رہنمائی کرتی ہیں، جس میں نہ کوئی بھوکا رہے اور نہ کوئی محروم، یہی وجہ کہ نبی کریم ﷺ نے قربانی کے گوشت کے بارے میں ابتدا میں تین دن سے زیادہ ذخیرہ کرنے سے منع فرمایا تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ مستفید ہو سکیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا *كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ لُحُومِ الْأَضَاحِي فَوْقَ ثَلَاثٍ فَكُلُوا وَادَّخِرُوا وَتَصَدَّقُوا* میں نے تمہیں قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ رکھنے سے روکا تھا، اب تم کھاؤ، ذخیرہ کرو اور صدقہ کرو(٥)

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام معاشرتی توازن اور غریبوں کی خبر گیری کو کتنا اہم سمجھتا ہے،

۳/مساواتِ اسلامی: قربانی کا عملی مظہر: عیدالاضحیٰ کا دن اسلامی مساوات کا جیتا جاگتا منظر ہوتا ہے نہ کوئی امیر اپنی دولت پر فخر کرتا ہے اور نہ غریب اپنی غربت پر شرمندہ ہوتا ہے، بلکہ سب ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر اللہ کے حضور جھکتے ہیں، اللہ کا فرمان ہے "إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ" کہ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے (٦)

قربانی انسان کو یہ سبق دیتی ہے کہ مال اللہ کی امانت ہے، اور اس میں دوسروں کا بھی حق ہے، جب یہ سوچ پیدا ہوتی ہے تو معاشرے میں طبقاتی فرق کم ہوتا ہے اور عدل و مساوات فروغ پاتے ہیں،

٤/اخوتِ اسلامی: دلوں کو جوڑنے والی عبادت: قربانی باہمی محبت، ہمدردی اور اخوت کو مضبوط کرتی ہے۔ جب ایک مسلمان اپنے بھائی، پڑوسی، یتیم یا مسکین کو قربانی کا گوشت دیتا ہے تو اس کے دل میں محبت اور تعلق پیدا ہوتا ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا "لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ"

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے (۷) اسی طرح ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا *الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ، ارْحَمُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ*(٨)

رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم فرماتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا،

یہی وہ روح ہے جو قربانی کو ایک عظیم انسانی اور سماجی عبادت بناتی ہے،

٥/سلف صالحین کا طرزِ عمل: ایثار کی عملی تصویر: سلف صالحین قربانی کو اخلاص، تقویٰ اور ایثار کے ساتھ ادا کرتے تھے، وہ اپنی ضروریات پر دوسروں کو ترجیح دیتے تھے، یہ وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے

فرمایا*وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ*(۹)وہ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود محتاج ہوں،

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول تھا کہ وہ غریبوں کو اپنے ساتھ کھانا کھلاتے،اور اگر کوئی محتاج نہ ملتا تو خود کھانا بھی نہیں کھاتے تھے، یہ وہ عملی نمونہ ہے جو قربانی کے اصل پیغام کو زندہ کرتا ہے

٦/موجودہ دور میں قربانی کا بگڑتا ہوا رخ: آج قربانی کی روح کئی جگہوں پر ماند پڑ چکی ہے، نمود و نمائش اور سوشل میڈیا کی تشہیر، مہنگے جانوروں پر فخر، غریبوں کو نظر انداز کرنا، گوشت کا ضیاع، صفائی کا فقدان، یہ تمام امور قربانی کے مقصد کے خلاف ہیں، اس لیے کہ قربانی ہمیں عاجزی سکھاتی ہے، نہ کہ تکبر، قربانی ہمیں اخلاص سکھاتی ہے، نہ کہ ریاکاری،

٧/قربانی ایک مکمل معاشرتی نظام ہے: اگر ہم غور کریں تو قربانی ایک مکمل سوشل ویلفیئر سسٹم ہے، یہ خوراک کی منصفانہ تقسیم کرتی ہے، یہ غریبوں کی بنیادی ضرورت پوری کرتی ہے، یہ دلوں کو جوڑتی ہے، یہ حسِ ذمہ داری پیدا کرتی ہے، یہ معاشرتی ہم آہنگی کو فروغ دیتی ہے، گویا قربانی ایک عبادت بھی ہے اور ایک سماجی انقلاب بھی، لہذا ہماری ذمہ داری ہے کہ عید الاضحیٰ کے موقع پر ہمیں درج ذیل امور کا اہتمام کرنا چاہیے !

١/قربانی خالص نیت اور سنت کے مطابق کریں

٢/گوشت کی تقسیم میں فقراء کو ترجیح دیں

٣/رشتہ داروں اور پڑوسیوں کا خیال رکھیں

٤/یتیموں، بیواؤں اور مزدوروں تک ضرور پہنچیں

٥/فضول خرچی اور دکھاوے سے بچیں

٦/صفائی اور ماحولیات کا خیال رکھیں

٧/بچوں میں ایثار اور ہمدردی کی تربیت کریں

٨/قربانی کو دعوت و اصلاح کا ذریعہ بنائیں،

یہ وہ امور ہے جس کا پاس و لحاظ رکھنا ہماری ذمہ داری ہے اس لیے کہ قربانی امت کی اصلاح کا ذریعہ بھی ہے ،اور قربانی ایک ایسی عظیم عبادت ہے جو انسان کو اللہ سے جوڑنے کے ساتھ ساتھ انسانوں کو انسانوں سے بھی جوڑتی ہے، یہ عبادت ہمیں سکھاتی ہے کہ حقیقی مسلمان وہ ہے جو اپنے لیے نہیں بلکہ دوسروں کے لیے بھی جیتا ہے ،اگر ہم قربانی کی روح کو سمجھ لیں اور اسے اپنی زندگی میں نافذ کر لیں تو معاشرہ محبت کا گھوارہ بن سکتا ہے، غریبوں کی محرومیاں کم ہو سکتی ہیں، طبقاتی فرق ختم ہو سکتا ہے ،امت میں اتحاد پیدا ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قربانی کی حقیقی روح سمجھنے ،اس پر عمل کرنے ،اور اسے معاشرے کی اصلاح کا ذریعہ بنانے کی توفیق عطا فرمائے،

سورۃ الحج: ٣٧ سورۃ الصافات: ١٠٢ سورۃ الحج: ٢٨ سورۃ الحج: ٣٦ صحیح مسلم: ١٩٧١ سورۃ الحجرات: ١٣ صحیح البخاری: ١٣ سنن ترمذی: ١٩٢٤ سورۃ الحشر: ٩

✍ حافظ اکرام الحق الجامعی
(امام وخطیب: سیوان، بہار)

قربانی میں کوتاہیاں اور ہماری اصلاح

بلاشبہ اللہ رب العالمین احکم الحاکمین نے تمام جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:"وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون"(سورہ ذاریات : 56)

ترجمہ: اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔

بے شک عبادات کے کئی اقسام ہیں مثلا: قولی، فعلی، مالی۔ پر قربانی ایک ایسی عبادت ہے جس میں خالص مال، خالص نیت اور خالص جذبۂ ایثار کے ساتھ اپنی جان ومال کو اللہ کی راہ نچھاور کر دینا تب ہی اس عبادت کا اصل مقصد کا حصول ممکن ہے،

قربانی کا مفہوم:

عید الاضحی کے موقع پر جن جانوروں کی قربانی کی جاتی ہے انہیں "أضحية" کہتے ہیں اور اس کی جمع "أضاحي" ہے۔

اور قربانی: ایام عید الاضحی یعنی 10 ذوالحجہ، یوم النھر بعد نماز عید سے لے کر ایام تشریق یعنی 14 ذوالحجہ، عید کے چوتھے دن کی مغرب تک کے درمیان "بھیمۃ الانعام"(اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکری) میں سے کسی بھی جانور کو اللہ کا تقرب ورضاء حاصل کرنے کے لیے ذبح کرنے کو قربانی کہا جاتا ہے۔(مغنی المحتاج للشربینی ٦/١٢٢)

قربانی کی اہمیت:

قربانی سنت ابراہیمی کے ساتھ ہمارے پیارے نبی محمد رسول اللہ ﷺ کی بھی سنت ہے؛اس لیے تمام مسلمانوں کو بھی قربانی کرنے کی حتی الامکان کوشش کرنی چاہیے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کرنے میں مداومت اور ہمیشگی فرمائی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: "كان النبي صلى الله عليه وسلم يضحي بكبشين وأنا أضحي بكبشين"(صحيح بخارى: 5553)

ترجمہ: نبی ﷺ (قربانی میں)دو مینڈھے ذبح کیا کرتے تھے اور میں بھی دو مینڈھے ذبح کرتا ہوں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اس روایت سے آپ ﷺ کے ہمیشہ قربانی کرنے کا پتہ چلتا ہے۔(فتح الباری ۱۰/۱۰)

اور اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے سفر کے دوران بھی قربانی کا اہتمام فرماتے تھے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: "كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَحَضَرَ الْأَضْحَى فَاشْتَرَكْنَا فِي الْبَقَرَةِ سَبْعَةً" (سنن ترمذى: ۹۰۵)ترجمہ: کہ ہم ایک سفر میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے کہ عیدالاضحی کا دن آگیا، چنانچہ گائے میں ہم سات سات لوگ اور اونٹ میں دس دس لوگ شریک ہوئے۔

معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے باقاعدگی سے ہر سال خود بھی قربانی کے جانور ذبح کیے اور اس کا حکم او ترغیب بھی دی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی باقاعدگی کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں بھی اور آپ کی وفات اطہر کے بعد بھی قربانی کا اہتمام کرتے رہے اور بزبانِ نبی کریم ﷺ قربانی کرنا مسلمانوں کی سنت یعنی ان کا طریقہ ہے۔

لہذا مسلمانوں کا ہر دور سے لے کر آج تک قربانی کی مشروعیت پر اجماع واتفاق ہے، جیسا کہ اہل علم نے اس اجماع واتفاق کو نقل بھی کیا ہے۔(المغنی لابن قدامہ ۹/۴۳۵)

قربانی نہایت عظیم اور اہمیت وفضیلت کے حامل عبادت اور حضرت ابراہیم وحضرت اسماعیل علیہما السلام کی عظیم یادگار ہے مگر افسوس آج مسلمان قربانی کی روح کو بھلا کر اس کو صرف رسم یا گوشت حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھنے لگے ہیں جس کی وجہ سے اس کے اندر مختلف قسم کی کوتاہیاں، غلطیاں اور بے احتیاطیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی اصلاح کریں اور قربانی کو خالص اللہ کی رضاوخوشنودی کے لیے اسی طریقے سے ادا کریں جس طرح اللہ اور اس کے رسول نے ہمیں سکھایا ہے۔

:قربانی میں سرزد ہونے والی چند اہم کوتاہیاں اور خامیاں ذیل میں درج کی جارہی ہیں

قربانی میں عام کوتاہیاں:

۱۔اخلاص کی کمی اور دکھاوا: قربانی صرف اللہ کی رضاوخوشنودی کے لیے ہونی چاہیے لیکن معاشرے میں بعض لوگ شہرت دکھاوے یا لوگوں کی تعریف کے لیے کرتے ہیں کسی کو یہ فکر ہوتی ہے کہ ہمارا جانور سب سے بڑا ہو، کسی کو اپنی نمائش مطلوب ہوتی ہے، تو کسی کو سماج میں اپنا اسٹیٹس دکھانا ہوتا جس کی وجہ سے بعض لوگ سوشل میڈیا پر تصاویر اور ویڈیوز ڈالنے میں لگ جاتے ہیں اور فخر کرتے ہیں، ایسے لوگوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ جس عبادت میں اخلاص نہ ہو وہ اللہ کے یہاں مقبول نہیں ہوتی۔

"جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:"لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَ لَا دِمَآؤُهَا وَ لٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ

ترجمہ: اللہ کو قربانی کے جانوروں کا نہ تو گوشت پہنچتا ہے اور نہ خون، بلکہ اسے تو صرف تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔ (سورہ حج: ۳۷)

"اسی طرح نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "إنما الأعمال بالنيات

ترجمہ: یقیناً عملوں کا دارو مدار نیت پر ہے۔ (متفق علیہ)

اور سنن نسائی میں حضرت ابوامامہ الباہلی سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "إِنَّ اللهَ لَا يَقْبَلُ مِنْ الْعَمَلِ إِلَّا مَا كَانَ لَهُ خَالِصًا وَابْتُغِيَ بِهِ وَجْهُهُ"

ترجمہ: اللہ تعالیٰ صرف اس عمل کو قبول فرماتا ہے جو خالص اس کے لیے کیا جائے اور صرف اس کی رضا مندی مقصود ہو۔" (سنن نسائی: ۳۱۴۰)

لہذا قربانی صرف اللہ کی رضا و خوشنودی کے لیے ہونی چاہیے اور ریا و نمود سے بچنا چاہیے۔

۲۔ استطاعت کے باوجود قربانی چھوڑ دینا:

قربانی کے موقع پر معاشرے میں ایک بڑی کوتاہی یہ دیکھی جاتی ہے کہ بعض صاحب استطاعت اور مالدار لوگ قربانی کو اہمیت نہیں دیتے ہیں اور اسے بخوشی بجالانے کے بجائے ٹال مٹول کرنے لگتے ہیں، غربت کا رونا رونے لگتے ہیں، حیلے اور بہانے تلاش کرنے لگتے ہیں اور قربانی جیسی عظیم عبادت کو ترک کر دیتے ہیں یا بکراہت محض دکھاوے اور معاشرے میں لوگوں کے طعنوں سے بچنے کے لیے جانور ذبح کر دیتے ہیں۔ ایسے بخیل اور حیلہ باز لوگوں کو نبی ﷺ نے سخت پھٹکار لگاتے ہوئے فرمایا: "مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يُضَحِّ، فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا".

ترجمہ: "کہ جو شخص استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرے وہ ہماری عید گاہ کے قریب بھی نہ آئے۔" (سنن ابن ماجہ: ۳۱۲۳)

۳۔ جانور کے عیب کا خیال نہ رکھنا:

قربانی اللہ تعالی کو بہت محبوب ہے تو پھر انسان پر بھی لازم آتا ہے کہ وہ اپنی محبوب چیز کی قربانی کرے، اس لیے انسان جب قربانی کے لیے جانور کو خریدے تو اس جانور کو خوب اچھی طرح دیکھ کر خریدے تاکہ اس میں کسی قسم کا کوئی عیب نہ ہو جبکہ معاشرے میں دیکھا جاتا ہے کہ بعض لوگ پیسے بچانے کے چکر میں سستا جانور لینے کے لیے بیمار، کانا، لنگڑا یا کمزور جانور خرید لیتے ہیں جبکہ شریعت نے قربانی میں عیب دار جانور ذبح کرنے سے منع کیا ہے۔

جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: "أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَسْتَشْرِفَ الْعَيْنَ، وَالْأُذُنَ."

ترجمہ:

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں (قربانی کے جانور کی) آنکھ اور کان دیکھ کر (خریدنے) کا حکم دیا ہے۔ [سنن نسائی: 4381]

قربانی میں کفایت نہ کرنے والے جانوروں کی تفصیل ایک حدیث میں یوں مذکور ہے کہ براء بن عازب رضی اللہ تعالی عنہ سے جب سوال کیا گیا کہ قربانی کرتے ہوئے کن کن جانوروں کی قربانی جائز نہیں ہے؟ تو انہوں

نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا: "أَرْبَعٌ لَا تَجُوزُ فِي الأَضَاحِيِّ الْعَوْرَاءُ بَيِّنٌ عَوَرُهَا، وَالْمَرِيضَةُ بَيِّنٌ مَرَضُهَا، وَالْعَرْجَاءُ بَيِّنٌ ظَلْعُهَا، وَالْكَسِيرُ الَّتِي لَا تَنْقَى"

ترجمہ:

"چار طرح کے جانور قربانی کے لائق نہیں ہیں، ایک کانا جس کا کانا پن بالکل ظاہر ہو، دوسرے بیمار جس کی بیماری بالکل ظاہر ہو، تیسرے لنگڑا جس کا لنگڑا پن بالکل واضح ہو، اور چوتھے دبلا بوڑھا کمزور جانور جس کی ہڈیوں میں گودا نہ ہو" (ابوداؤد: ۲۸۰۲)

لہذا قربانی کا جانور خریدتے وقت جانور کو اچھی طرح دیکھ کر بالکل بہترین، موٹا تازہ، عمدہ اور ہر قسم کے عیب سے پاک جانور کا انتخاب کرنا چاہیے اس لیے اللہ تعالی پاک اور پاک چیزوں کو ہی قبول کرتا ہے: جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ اللَّهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا"

ترجمہ: اے لوگو! اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک (مال) کے سوا (کوئی مال) قبول نہیں کرتا۔ (صحیح مسلم: ۲۳۴۶)

٤۔ نماز عید سے پہلے جانور ذبح کرنا:

معاشرے میں بعض لوگ پہلے ہی گوشت حاصل کرنے کی غرض سے جلد بازی میں نماز عید سے پہلے ہی قربانی کا جانور ذبح کر دیتے ہیں حالانکہ قربانی کی صحت کے لیے ایک اہم شرط یہ ہے کہ اسے عید کی نماز کے بعد ذبح کیا جائے، اگر کسی نے نماز سے پہلے جانور ذبح کر دیا تو اس کی قربانی صحیح نہیں ہوگی بلکہ اسے نماز کے بعد دوبارہ قربانی کرنی ہوگی۔

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَإِنَّمَا ذَبَحَ لِنَفْسِهِ، وَمَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلَاةِ، فَقَدْ تَمَّ نُسُكُهُ، وَأَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِينَ".

ترجمہ: جس نے نماز عید سے پہلے قربانی کرلی اس نے اپنی ذات کے لیے جانور ذبح کیا اور جس نے نماز عید کے بعد قربانی کی اس کی قربانی پوری ہوئی۔ اس نے مسلمانوں کی سنت کو پالیا۔(صحیح بخاری: ٥٥٤٦)

اور ایک دوسری روایت میں ہے: "مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَلْيُعِدْ مَكَانَهَا أُخْرَى، وَمَنْ لَمْ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ".

ترجمہ: جس نے نماز سے پہلے قربانی کرلی ہو وہ اس کی جگہ دوبارہ کرے اور جس نے قربانی ابھی نہ کی ہو وہ کرے۔(صحیح بخاری: ٥٥٦٢)

٥۔ سنت کے مطابق جانور ذبح نہ کرنا:

اسلام میں قربانی کا جانور ذبح کرنے کے چند آداب اور طریقے بتائے گئے ہیں اس لیے جانور ذبح کرتے وقت ان تعلیمات کا خاص خیال رکھنا چاہیے، چند آداب ذیل میں ملاحظہ فرمائیں اور انہیں عمل میں لانے کی بھرپور کوشش کریں:

١۔ جانور ذبح کرنے سے پہلے چھری کو خوب اچھی طرح تیز کرلینا چاہیے۔(صحیح مسلم: ١٩٥٥)

٢۔ جانور کے سامنے چھری تیز نہ کیا جائے۔(صحیح الترغیب: ١٠٩٠)

٣۔ جانور کو ذبح کرتے وقت قبلہ رخ لٹانا چاہیے۔(ابوداؤد: ٢٧٩٥)

٤۔ دوسرے جانوروں کے سامنے ذبح میں کیا جائے۔(مصنف عبدالرزاق: ٨٦٠٨)

۵۔اونٹ کے علاوہ دوسرے جانور کو لٹا کر ذبح کرنا چاہیے۔(صحیح مسلم:۱۹۶۶)

٦۔ذبح کرتے وقت ذبیحہ کے پہلو پر قدم رکھنا بھی آداب میں شامل ہے۔(صحیح مسلم:۱۹۶۶)

۷۔جانور ذبح کرنے سے پہلے دعا پڑھ لینا چاہیے۔(ابوداؤد:۲۸۹۵)

٦۔قربانی میں غریبوں اور محتاجوں کا خیال نہ رکھنا :

قربانی کا گوشت تقسیم کرنے کے معاملے میں وسعت ہے، قرآن وسنت کی روشنی میں جائز ہے کہ اسے خود بھی کھایا جائے گھر والوں، رشتہ داروں، پڑوسیوں اور دیگر فقراء ومساکین کو بھی کھلایا جائے لیکن قربانی کے گوشت کے تعلق سے بعض لوگ افراط و تفریط کے شکار نظر آتے ہیں، بعض لوگ قربانی کا سارا گوشت تقسیم کر دیتے ہیں اس کے برعکس دوسری طرف بعض لوگ قربانی کا سارا گوشت خود کھالیتے ہیں اور فقراء و مساکین کو نظرانداز کر دیتے ہیں جو کہ بالکل مناسب عمل نہیں ہے۔

"اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:"فَكُلُوۡا مِنۡهَا وَاَطۡعِمُوا الۡبَآئِسَ الۡفَقِيۡرَ"

ترجمہ: پھر ان (قربانی کے گوشت) میں سے خود بھی کھاؤ اور تنگ دست محتاجوں کو بھی کھلاؤ۔

(سورہ حج:۲۸)

" دوسری جگہ ارشاد فرمایا:"فَكُلُوۡا مِنۡهَا وَاَطۡعِمُوا الۡقَانِعَ وَالۡمُعۡتَـرَّ

ترجمہ: پس انھیں (قربانی کے گوشت میں سے) خود بھی کھاؤاور قناعت کرنے والے کو بھی اور مانگنے والے کو بھی کھلاؤ۔

(سورہ حج: ٣٦)

لہذا قربانی کے گوشت کے معاملے میں افراط و تفریط کا شکار ہوئے بغیر اعتدال کی راہ اختیار کرتے ہوئے خود بھی کھانا چاہیے، رشتہ داروں، پڑوسیوں، فقرا و مساکین اور ضرورت مندوں کو بھی کھلانا چاہیے۔

خلاصہ: قربانی دین اسلام کے شعائر میں سے ایک شعار ہے اور مالی عبادتوں میں سے ایک عظیم عبادت ہے۔ کتاب وسنت میں اس کی بڑی اہمیت بیان کی گئی ہے لیکن معاشرے میں بعض لوگوں سے افراط و تفریط کا شکار ہونے یا صحیح علم نہ ہونے کی وجہ سے چند کمیاں، کوتاہیاں اور غلطیاں سرزد ہو جاتی ہیں جن میں سے چند کوتاہیوں کی طرف اس مضمون میں نشاندہی کی گئی ہے اس کے علاوہ بھی قربانی میں بہت سی کمیاں اور کوتاہیاں پائی جاتی ہیں۔

لہذا! اپنی اپنی اصلاح کرتے ہوئے محض اللہ رب العالمین کی رضاوخوشنودی حاصل کرنے کے لیے اخلاص کے ساتھ قربانی کرنی چاہیے تاکہ ہمارے اعمال قابل قبول ہوں اور آخرت میں ہماری نجات کا ذریعہ بنے۔

اللہ تعالی ہمیں، ہمارے حال اور اعمال درست فرمائے۔ آمین ثم آمین

از قلم: محمد مبارک سلفی

قربانی

اس کی چاہت صدا ہے قربانی
بندگی کا مزہ ہے قربانی

سنتِ حضرتِ خلیلؑ ہے یہ
راہِ صدق و صفا ہے قربانی

سر کو رب کے لیے جھکانے کو
کتنی عمدہ عطا ہے قربانی

خونِ دل سے وفا سکھاتی ہے
عشقِ حق کی ادا ہے قربانی

قصۂ ذبح کو جگاتی ہے
صبر کا حوصلہ ہے قربانی

مال کیا، جان بھی فدا کردیں
ایسا جذبہ بڑا ہے قربانی

بھوکوں، محتاج و بے سہارا کو
راز رکھنا وفا ہے قربانی

دل کو تقویٰ سے جو کرے روشن
رب کی ایسی عطا ہے قربانی

تو مبارکؔ دعائیں رب سے رب کر
رب ہے راضی رضا ہے قربانی